حقیقی تعلیماتِ اسلامیہ اِمامیہ کا بے باک ترجمان

Website: www.sibtain.com
Emails: smi51214@gmail.com
Sultanulmadarisislamia@gmail.com

کیا آپ نے کبھی سوچا ہے؟

- ہر شخص کو ایک نہ ایک دن عمل کی دنیا سے رخصت ہونا ہے اور جزا کے عالم میں سمانا ہے جو کچھ اور جیسے اس نے عمل کیے اسی لحاظ سے اس کو مقام ملنا ہے خوش نصیب ہیں، وہ افراد جنھوں نے اپنے مُستقبل پر غور کیا اور اس چندروزہ زندگی میں ایسے کام کیے جس سے ان کی زندگی زیست ہوگئی۔

- آپ بھی اگر چاہتے ہیں کہ قیامت تک آپ کے نامۂ اعمال میں نیکیاں جاتی رہیں اور ثواب میں اضافہ ہوتا ہے تو فی الفور حسبِ حیثیت قومی تعمیراتی کاموں میں دلچسپی لیں اور قومی تعمیراتی اداروں کو فعال بنا کر عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہوں۔

- ان قومی اداروں میں سے ایک ادارہ **جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ** سرگودھا بھی ہے۔ آپ اپنے قومی ادارے **جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ** کی اس طرح معاونت فرما سکتے ہیں۔

1. اپنے ذہین و فطین بچوں کو اسلامی علوم سے روشناس کرانے کے لیے ادارہ میں داخل کروا کر۔
2. طلبہ کی کفالت کی ذمہ داری قبول کرکے۔ کیونکہ فرمانِ معصوم ہے جس کسی نے ایک طالب علم کی ٹوٹے ہوئے قلم سے بھی مدد کی گویا اس نے ستر مرتبہ خانہ کعبہ کو تعمیر کیا۔
3. ادارہ کے تعمیراتی منصوبوں کی تکمیل کے لیے سیمنٹ، بجری، ریت، اینٹیں وغیرہ مہیّا فرما کر۔
4. ادارہ کی طرف سے ماہانہ شائع ہونے والا رسالہ "**دقائقِ اسلام**" کے باقاعدہ ممبر بن کر اور بروقت سالانہ چندہ ادا کرکے۔
5. ادارہ کے تبلیغاتی پروگراموں کو کامیاب کرکے۔

آپ کی کاوشیں اور آپ کا خرچ کیا ہوا پیسہ صدقہ جاریہ بن کر آپ کے نامہ اعمال میں متواتر اضافے کا باعث بنتا رہے گا۔

ترسیلِ زر کے لیے:
پرنسپل جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ
زاہد کالونی عقب جوہر کالونی سرگودھا O فون: 0301-6702646

جلد 16 — فروری 2013ء — شمارہ 2

فہرست مضامین

مُدیرِ اعلیٰ: ملک مُمتاز حسین اعوان

مُدیر: گلزار حسین محمدی

پبلشر: ملک مُمتاز حسین اعوان

مطبع: انصار پریس بلاک 10

مقامِ اشاعت: جامعہ علمیہ سُلطان المدارس الاسلامیہ سرگودھا

کمپوزنگ: ضمیر علویؔ

فون: 0334-4699821
048-3021536

sultanulmadarisislamia@gmail.com

زرِتعاون 300 رُوپے

لائف ممبر 5000 رُوپے

اداریہ

کوئٹہ میں دہشت گردی

(1) علمدار روڈ کوئٹہ میں ہزارہ کمیونٹی کے بے گناہ افراد کو دہشت گردی کا نشانہ بنایا گیا ایک سو سے زائد افراد لقمہ اجل بن گئے اور درجنوں مومنین زخمی ہو گئے شیعان کوئٹہ نے 83 جنازے دفن کرنے سے انکار کیا اور احتجاجی دھرنا دیکر حکمرانوں کی توجہ اسطرف دلائی کے ملک میں شیعہ مکتب کے بے گناہ لوگوں کا قتل عام کیوں جاری وساری ہے چار دن کے بعد مرکزی حکومت نے بلوچستان میں حالات کو بہتر بنانے کیلئے گورنر راج نافذ کردیا جس کے بعد دہشت گردی کا نشانہ بننے والے افراد کو دفن کردیا گیا مگر تا حال مجرموں اور قاتلوں کو گرفتار نہیں کیا گیا ضرورت اس امر کی ہے کہ دہشت گردوں کے نیٹ ورک کو ختم کرنے کیلئے فوری اور خصوصی انتظامات کئے جائیں ملک وقوم کے دشمنوں کو عبرت ناک سزائیں دی جائیں اور ملک کی خراب صورت حال پر قابو پانے کیلئے ہنگامی بنیادوں پر توجہ دی جائے تاکہ آئندہ ایسے بھیانک واقعات دوبارہ نہ دھرائے جائیں۔

نیز کراچی میں شیعہ زعماء کو مسلسل دہشت گردی کا نشانہ بنایا جارہا ہے سندھ حکومت کو اس کی روک تھام کیلئے خصوصی توجہ دینے کی ضرورت ہے روائتی اور صرف طفل تسلیاں دینے والے بیانات کافی نہیں ہیں ملک دشمن عناصر سے آہنی ہاتھوں سے نمٹا جائے۔

ملک میں موجود دہشت گردی، لوٹ مار، مہنگائی کے سیلاب نے پاکستانی قوم کا جینا دوبھر کردیا ہے حکمران صرف اپنا اقتدار بچانے کی فکر میں ہیں حزبِ اختلاف صرف تنقید برائے تنقید پر اپنی تمام تر کاوششیں خرچ کر رہی ہے ملک کے تمام طبقات کو مل کر ان تباہ کن حالات کو سنوارنے کی فکر کرنی چاہیے۔

صاحبان اقتدار، حزب اختلاف علماء کرام، صحافی اور دانشور سب سر جوڑ کر ملک بچاؤ ایجنڈا اتیار کریں تاکہ یہ ملک خداداد و سلامتی اور استحکام کی راہ پر چل پڑے اور عوام امن وسکون کی زندگی گزارنے کے قابل ہوسکیں۔

(2) گزشتہ دنوں ملی یکجہتی کونسل کے سربراہ قاضی حسین احمد عارضہ قلب کے سبب انتقال کر گئے مرحوم اتحاد بین المسلمین کے زبردست داعی وحامی تھے آپ کا شمار ملک کے مخلص انصاف پسند معتدل رویہ کے حامل افراد میں ہوتا تھا آپ متعدد بار جماعت اسلامی پاکستان کے امیر منتخب ہوئے اور جماعت اسلامی کو فعال بنانے میں آپ کا بڑا کردار ہے۔

اس گئے گزرے دور میں ایسی شخصیات ملک وقوم کیلئے نعمت ورحمت کا درجہ رکھتی ہیں آپ انقلاب اسلامی ایران کے زبردست حامی تھے اور کئی بار ایران کا دورہ کیا عالمی حالات پر قاضی صاحب مرحوم بھرپور توجہ رکھتے تھے اور عالم اسلام میں جہاں کہیں ظلم وزیادتی ہوتی وہاں طاغوتی طاقتوں سے نبرد آزما ہوتے دہشت گردی اور فرقہ واریت کے خلاف ان کی جدوجہد ہمیشہ یادرکھی جائیگی ان کی وفات سے ملک میں جو خلا پیدا ہوگیا ہے وہ پُر ہوتا نظر نہیں آتا۔

جماعت اسلامی پاکستان گزشتہ دنوں پروفیسر غفور احمد کی وفات سے ایک مخلص اور قابل رہنما سے محروم ہوگئی ابھی یہ صدمہ بھولنے نہ پایا تھا کہ قاضی صاحب خالقِ حقیقی سے جاملے جماعت اسلامی پاکستان اور اہل پاکستان کو یہ صدمہ برداشت کرنیکی توفیق عطا فرمائے۔

باب العقائد

تفویض و غُلُوّ والا عقیدہ

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

جب یہ بات طے شدہ ہے کہ خالق کائنات واحد و یکتا ہے کسی بات میں کوئی اُس کا شریک نہیں ہے وہ قادر مطلق ہے کسی کام سے عاجز نہیں ہے۔ وہ خالقِ عقل وخرد ہے اُس کو کسی وزیر و مُشیر کی ضرورت نہیں ہے تو اس کے بعد اسلام میں اس فاسد عقیدہ کی کیا گنجائش باقی رہ جاتی ہے کہ خداوند عالم نے صرف پنجتن پاکؑ کو پیدا کیا۔ اور دوسری کائنات کو ان ذواتِ مقدسہ نے پیدا کیا۔ اور اس کائنات کا انتظام سرکار محمدؐ و آلِ محمد علیہم السلام کے سُپرد کیا ہے۔ اب مارنا، جلانا، اولاد دینا، اور لینا۔ رزق کم یا زیادہ کرنا، بیمار کرنا، اور شفا دینا وغیرہ وغیرہ۔ یہ سب کام ان سے متعلق ہیں۔

یہ سراسر غیر اسلامی اور یہودیانہ عقیدۂ فاسدہ ہے۔۔۔ قرآن وحدیث میں اس فاسد عقیدہ رکھنے والوں پر لعنت کی گئی ہے۔ "وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا"۔ (سورۃ المائدہ آیت 64) اور پورا دفتر حدیث اس مضمون کی احادیث سے چھلک رہا ہے کہ "والقائل بالتفویض مشرك" کہ جو تفویض کا قائل ہے وہ مُشرک ہے (عیون الاخبار، بحار الانوار) "قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ" (سورۃ الرعد آیت نمبر 16)

بہر حال جب عقیدۂ تفویض باطل ہے تو یہ استقلالی و غیر استقلالی کا لفظی ہیر پھیر کر کے یہ فاسد عقیدہ رکھنا حقیقت میں عقیدۂ توحید کی نفی کے مترادف ہے۔ اور سراسر غیر اسلامی ہے اور اسلام کے موحدانہ نظام عقائد میں اس مُشرکانہ عقیدہ کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔

اس موضوع پر تفصیلی معلومات حاصل کرنے کیلئے ہماری کتاب "احسن الفوائد" اور "اصولِ شریعہ" کی طرف رجوع کیا جائے۔ واللہ الموفق۔

نیز مسئلہ علم غیب کی طرح یہاں بھی "ذاتی و عطائی، بالذات و بالعرض" کی مہمل اور لایعنی بحث کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔۔۔ اگر اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ، اولیاء اور شہداء کو یہ اختیار دیدیا ہے کہ وہ کائنات میں جس طرح چاہیں تصرف کریں۔ قبر و برزخ میں ہزاروں میل سے لوگوں کی فریاد سنکر اُن کی مصیبتوں کو ٹال دیں۔۔۔ اگر کون و مکان کا کوئی ذرّہ ان سے پوشیدہ نہ ہو۔۔ اور اولاد، دولت، جاہ و منصب کے وہ بانٹنے اور عطا کرنے والے ہوں تو اس کے یہ معنیٰ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ نے جو "ذاتی خدا" ہے۔ بہت سے عطائی خدا بنا دیے ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ کی غیرت

تفرید وتوحید اس شرک کو کسی عنوان سے گوارا نہیں کرسکتی۔
(از رسالہ فاران کراچی توحید نمبر)

اُسی سے مانگ جو کچھ مانگنا ہوائے اکبر
یہی وہ در ہے کہ ذلّت نہیں سوال کے بعد

غُلوّ کا مطلب یہ ہے کہ کسی ہستی کو اس کے مرتبہ ومقام سے بڑھایا جائے اسلام چونکہ دینِ فطرت اور دینِ حکمت و معرفت ہے وہ کسی ہستی کو اُس کے مرتبہ ومقام سے نہ کسی طرح بڑھانے کی اجازت دیتا ہے اور نہ گھٹانے کی بلکہ حفظِ مراتب کی تلقین کرتا ہے کہ

گرحفظِ مراتب نہ کُنی زندیقی

اسلام نے اپنے ابتدائی کلمہ میں ہی حفظِ مراتب کا درس دیدیا ہے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰہ اللہ معبود ہے محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) رسولؐ ہیں۔ اور علیؑ اللہ کے ولی۔ مگر غُلوّ پسند طبائع نے کچھ اس طرح خلط ملط اور دھاندلی کی ہے کہ سب کو آپس میں اس طرح گڈمڈ کردیا ہے کہ اب نوبت بایں جارسید کہ بعض سادہ لوح لوگوں کو یہ تک معلوم نہیں کہ شانِ خدا کیا ہے؟ اور مقامِ مصطفیٰؐ ومرتضیٰؑ کیا ہے؟ اور ان میں باہمی فرق کیا ہے؟

ببیں تفاوت راہ از کجا است تا بکجا

اور پھر عذر یہ پیش کیا جاتا ہے کہ ان ذواتِ مقدسہ کے حق میں جو کچھ کہا جائے وہ کم ہے یہاں غُلوّ ممکن یہ نہیں ہے بقولِ شاعر۔

گویند غالیم بہ ثنائے تو یا علیؑ
حق اینکہ من زحق ثنائے تو قاصرم

کبھی ان غُلوّ نواز حضرات نے یہ سوچنے کی زحمت گوارا فرمائی ہے؟ کہ اگر غُلوّ ممکن ہی نہیں تھا۔ تو خدا و مصطفیٰؐ اور خود آئمہ ہدیٰ نے غُلوّ سے روکا کیوں ہے؟؟ اور ایسا کرنے والوں پر کیوں لعنت بھیجی ہے۔

خدا فرماتا ہے۔

"قُلْ یَآ اَھْلَ الْکِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِکُمْ"
"اے اہلِ کتاب دین میں غُلوّ نہ کرو"

پیغمبر اسلامؐ فرماتے ہیں

لا ترفعونی فوق محلی
"مجھے میرے مرتبہ ومقام سے بلند نہ کرنا" (سابع بحارالانوار)

جناب امیر علیہ السّلام فرماتے ہیں

ھلك فی اثنان محب غالٍ و مبغض قال
"کہ میرے متعلق دو قسم کے لوگ ہلاک وبرباد ہوجائیں گے۔ ایک مجھے میرے مقام سے بڑھانے والا (نادان) دوست۔ دوسرا مجھے میرے مقام سے گھٹانے والا (احمق) دشمن۔" (نہج البلاغہ)۔

نیز اگر غُلوّ ناممکن ہے تو پھر تو امام کو نبی اور نبی کو خدا کہنا بھی جائز ہوگا؟ ساجد کو مسجود اور عابد کو معبود اور مخلوق کو خالق اور مرزوق کو رازق کہنا بھی مباح ہوگا؟ اور اگر ایسا کہنا جائز نہیں ہے اور یقیناً نہیں ہے تو پھر وہ خیال باطل اور محال ہوگیا۔ کہ غُلوّ ممکن نہیں ہے یہ چیز صرف واہمہ کی پیداوار ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

لا تدعونا اربابا ثم قولوا فی فضلنا ما شئتم ولن تبلغوا کی حقیقت سمجھنے کیلئے گوش شنوا اور دیدۂ بینا درکار ہے۔

"ثم قولوا فی فضلنا" کے اثبات سے پہلے "لا تدعونا اربابا" کی نفی میں سب کچھ سمجھا دیا گیا ہے۔

عاقلاں را اشارتے کافی است

لطف یہ ہے کہ یہ سب کچھ محبت اہل بیتؑ بلکہ عشق آل محمدؐ کے نام پر کیا جاتا ہے۔ محبت ہو یا عشق۔ وہ عقیدت و عمل میں محبوب کے اتباع و اطاعت کا تقاضا کرتے ہیں۔ یہ عجیب محبت ہے کہ محبوب کچھ کہتا ہے اور محب کچھ اور کہتے ہیں محبوب کچھ کرتے ہیں اور محب الٹ کرتے ہیں اور محبوب کے احکام کی پروا نہیں کرتے یہ فریب نفس ہے عشق و محبت نہیں ہے

ناطقہ سر بگریباں ہے اسے کیا کہیے
یہ بالکل واضح حقائق ہیں مگر
آنکھیں ہوں اگر بند تو پھر دن بھی رات ہے
اس میں بھلا قصور کیا ہے آفتاب کا؟

باب الاعمال

وصیت کرنے کی تاکید قرآن وسنت کی روشنی میں

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

وصیت کرنا صحیح اور تندرست آدمی کیلئے مستحب اور مریض کیلئے سنت موکدہ ہے اور جس شخص کے ذمہ خالق یا مخلوق کے کچھ حقوق واجب الاداء ہوں اس پر ان کے بارے میں وصیت کرنا واجب ہے۔ قرآن وسنت میں وصیت کرنے کی بڑی تاکید وارد ہوئی ہے ارشاد قدرت ہے۔

''كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ۝ فَمَنْ بَدَّلَهُ بَعْدَمَا سَمِعَهُ فَإِنَّمَا إِثْمُهُ عَلَى الَّذِينَ يُبَدِّلُونَهُ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ فَمَنْ خَافَ مِنْ مُوصٍ جَنَفًا أَوْ إِثْمًا فَأَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝

سورۃ البقرہ پارہ نمبر2 آیت نمبر 180 تا 182۔

اے مسلمانو! تمہیں یہ حکم دیا جاتا ہے کہ جب تم میں سے کسی کے پاس موت آئے اور وہ کچھ مال چھوڑے تو ماں باپ اور دوسرے رشتہ داروں کے حق میں واجبی طور پر اچھی وصیت کرے اللہ سے ڈرنے والوں پر یہ حق ہے پھر جو شخص وصیت کو سننے کے بعد اس میں کچھ تغیر وتبدل کرے گا تو اس کا گناہ انہی لوگوں پر ہوگا جو وصیت کو بدلیں گے۔ بیشک خدا سننے اور جاننے والا ہے اور جس شخص کو وصیت کرنے والے کی جانب سے کسی کی طرفداری یا کسی کو حق تلفی کا خوف ہو اور انکے درمیان صلح کرادے تو اس پر کچھ گناہ نہیں ہے بے شک اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔''

''آیت مبارکہ میں لفظ ''کتب'' وصیت کے وجوب پر دلالت کرتا ہے (جیسا کہ ''کتب علیکم الصیام'' میں لفظ ''کتب'' روزے کے وجوب پر دلالت کرتا ہے) اور لفظ ''لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ'' اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وارثوں کے حق میں بھی وصیت کرنا جائز ہے برادران اسلامی آیت وراثت کے ذریعہ اس آیت کو منسوخ قرار دیتے ہوئے ورثہ کے حق میں وصیت کرنے کو جائز نہیں سمجھتے وہ صرف اغیار کے حق میں اسے مباح قرار دیتے ہیں مگر مہابط وحی وتنزیل یعنی وہ ذوات مقدسہ جن کے گھروں میں قرآن اترا ہے۔ یعنی سرکار محمد وآل محمد علیہم السلام کی بیان کردہ تفسیر سے اس آیت کا منسوخ ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اس لئے اغیار واقارب ہر دو کیلئے وصیت کرنا صحیح ہے بلکہ ان رشتہ داروں کے حق میں جن کو ورثہ میں سے کچھ حصہ نہیں ملتا وصیت کرنے کی تاکید مزید وارد ہوئی ہے چنانچہ بعض روایات میں وارد ہے کہ ''جو شخص مرتے وقت اپنے ان رشتہ داروں کیلئے وصیت نہ کرے جن کو وراثت نہیں ملتی تو اس سے اپنے عمل کا خاتمہ گناہ

سے کیا ہے۔(وسائل الشیعہ)

الغرض احادیث میں وصیت کرنے کی بڑی تاکید وارد ہوئی ہے چنانچہ بعض اخبار میں وارد ہے کہ وصیت ہر مسلمان پر فرض ہے (کتبِ اربعہ) اور بعض آثار میں وارد ہے۔

"ما ینبغی لا سواء مسلم ان یبیت لیلته الا و وصیته تحت راسه"

"مسلمان کو چاہیے کہ جب رات کے وقت سوئے تو اس کا وصیت نامہ اس کے تکیہ کے نیچے موجود ہو۔(وسائل ومستدرک)

اور بعض روایات میں یہاں تک وارد ہے کہ "من مات بغیر وصیته مات میته جاھلیته" "جو شخص وصیت کے بغیر مر جائے تو اسکی موت جاہلیت کی موت ہوتی ہے۔(ریاض المسائل)۔

عقائد حقہ کی وصیت

آدمی کو چاہیے کہ دینی عقائد حقہ کے بارے میں حاضرین کو وصیت کرے چنانچہ کتب اربعہ میں مذکور ہے کہ حضرت صادق آلِ محمد علیہ السّلام اپنے آباء واجداد کے سلسلہ سند سے حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کرتے ہیں فرمایا "جو شخص موت کے وقت اچھی طرح وصیت نہ کرے یہ اسکی مروت وعقل میں نقص متصور ہوگا" عرض کیا گیا۔

یارسولؐ اللہ! مرنے والا کس طرح وصیت کرے؟ فرمایا جب اس کی موت کا وقت قریب ہو۔اور اس کے پاس لوگ جمع ہوں تو وہ یوں کہے۔"اللھم فاطر السمٰوٰت والارض عالم الغیب والشھادۃ الرحمن الرحیم اللھم انی اعھد الیك فی دار الدنیا انی اشھد ان لا الہ الا انت وحدك لا شریك لك وان محمد ا عبدہ و رسولك ان الجنة حق و النار حق ۔ وان البعث حق و الحساب حق والقدر والمیزان حق وان الدین کما وصفت وان الاسلام کما شرعت وان القول کما حدثت وان القرآن کما انزلت و انك الحق المبین جزی اللہ محمد ا خیر الجزاء وحی محمد ا و آل محمد ۔ اللھم یا عدتی عند کربتی و یا صاحبی عند شدتی و یا ولی نعمتی انھی والہ آبا ئی لا تکلنی الی نفسی طرفته عینی ابدا فانك ان تکلنی الی نفسی اقرب من الشر و ابعد من الخیر فا نس فی القبر وحشتی و اجعل لی عھدا یوم القاك منشوراً"

اسکے بعد جو کچھ وصیت کرنا چاہے وہ کرے فرمایا اس کی تصدیق سورہ مریم میں موجود ہے ارشاد قدرت ہے۔"لَا يَمْلِكُونَ الشَّفَاعَةَ إِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِندَ الرَّحْمَٰنِ عَهْدًا"

یہ ہے میت کا وہ عہد۔۔۔۔جسکی وجہ سے آدمی شفاعت کرنے کا مستحق ہوتا ہے لہٰذا ہر مسلمان کو چاہیے کہ اس وصیت کو یاد کرے اور اس کے مطابق عمل کرے ۔حضرت امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ یہ وصیت حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے تعلیم دی اور فرمایا کہ مجھے یہ وصیت رب جلیل کی طرف سے جناب جبرائیلؑ نے بتائی (کتب اربعہ) واللہ الموفق لکل خیر

آثارِ موت ظاہر ہونے کے بعد واجبات واسعہ مضیق ہو جاتے ہیں

وہ واجبات جن کا وقت بناء بر مشہور پہلے وسیع تھا جیسے نماز روزہ وغیرہ واجبات بدنیہ کی قضا (جنکی باب الصلوۃ کے باب القضا میں وضاحت کی جا چکی ہے) علامات موت کے ظاہر ہونے کے بعد ان کی ادائیگی کا وقت تنگ ہو جاتا ہے لہٰذا ان کو فوراً

بجالانا چاہیے اور اگر وقت بالکل تنگ ہو اور حالات حاضرہ انکی ادائیگی کی اجازت نہ دیتے ہوں تو پھر ورثہ وغیرہ کو اس بات کی اطلاع دینا اور ادائیگی کی وصیت کرنا واجب ہے۔ اسی طرح اگر اس کے پاس کسی شخص کی کچھ امانت ہو۔ یا عاریہ وغیرہ کا مال ہو یا کسی کا قرضہ اس کے ذمہ واجب الادا ہو اور ادائیگی کا وقت آ چکا ہو تو ان سب کی ادائیگی موت سے پہلے واجب ہے اور اگر کسی وجہ سے ادا نہ کر سکے تو پھر ان کی ادائیگی کی وصیت کرنا اور بشرط ضرورت اس پر گواہ مقرر کرنا واجب ہے تاکہ وہ عند اللہ بری الذمہ ہو سکے اسی طرح اگر کسی سے کچھ لینا ہے تو وہ بھی وصیت میں بتا جائے تاکہ ورثہ کی حق تلفی نہ ہو۔

فرمان امیر المومنین علیہ السلام

حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے فرمایا: مَا مِنْ مُؤْمِنٍ وَّ لَا مُؤْمِنَةٍ يَضَعُ يَدَهُ عَلَى رَأْسِ يَتِيمٍ إِلَّا كَتَبَ اللهُ لَهُ بِكُلِّ شَعْرٍ مَرَّتْ يَدَهُ عَلَيْهَا حَسَنَةً۔
کوئی بھی مومن مرد یا عورت جب اپنا ہاتھ یتیم کے سر پر رکھتا ہے تو اللہ تبارک وتعالیٰ اس کے لیے ہر بال کے بدلے ایک نیکی لکھ دیتا ہے۔ (میزان الحکمۃ ۲۲۵۸۰)

فرمان امیر المومنین علیہ السلام

اے لوگو! اس اللہ سے ڈرو کہ اگر تم کچھ کہو تو وہ سنتا ہے، اور دل میں چھپا کر رکھو تو وہ جان لیتا ہے۔ اس موت کی طرف بڑھنے کا سر و سامان کرو کہ جس سے بھاگتے، تو وہ تمہیں پا لے گی اور اگر ٹھہرے تو وہ تمہیں گرفت میں لے لے گی اور اگر تم اسے بھول بھی جاؤ تو وہ تمہیں یاد رکھے گی۔ (نہج البلاغہ)

باب التفسیر

اپنی زبان سے اپنی تعریف کرنا کسی عقلمند آدمی کو زیب نہیں دیتا

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِیۡبًا مِّنَ الۡکِتٰبِ یُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡجِبۡتِ وَ الطَّاغُوۡتِ وَ یَقُوۡلُوۡنَ لِلَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا ہٰۤؤُلَآءِ اَہۡدٰی مِنَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا سَبِیۡلًا ۝

ترجمۃ الآیات

"کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جن کو کتاب (الٰہی) سے کچھ حصہ دیا گیا ہے وہ جبت (بت) اور طاغوت (اشیطان) پر ایمان رکھتے ہیں (انہیں مانتے ہیں) اور کافروں کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ ایمان لانے والوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہیں (51)"

تفسیر الآیات

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ ۔ الآیۃ.

اپنی زبان سے اپنی تعریف کرنا کسی عقلمند آدمی کو زیب نہیں دیتا ہے۔ کیونکہ ع۔

ثنائے خود بخود کردن نزیبد مرد دانارا۔

چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا "اعجاب المرء بنفسه دليل على ضعف عقله"۔ آدمی کا اپنے اوپر اترانا اسکی کمزوری عقل کی دلیل ہے (اصول کافی) مگر یہودی عجیب احمق ہیں جو اپنے منہ میاں مٹھو بنتے ہیں لذت محسوس کرتے ہیں کوئی کہتا ہے۔ "نَحۡنُ اَبۡنٰٓؤُا اللّٰہِ وَ اَحِبَّآؤُہٗ"۔ ہم خدا کے بیٹے اور اسکے چہیتے ہیں۔ کوئی کہتا ہے "لَنۡ یَّدۡخُلَ الۡجَنَّۃَ اِلَّا مَنۡ کَانَ ہُوۡدًا" جنت میں وہی داخل ہوگا جو یہودی ہوگا۔ اور کوئی یہ راگ الاپ رہا ہے۔ "لَنۡ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّاۤ اَیَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ"۔ کہ ہمیں گنتی کے چند دنوں کے سوا دوزخ کی آگ مس بھی نہیں کرے گی۔ (وغیرہ وغیرہ) حتی کہ ان کے بعض مغرور جاہلوں نے تو یہاں تک کہ دیا کہ "اِنَّ اللّٰہَ فَقِیۡرٌ وَّ نَحۡنُ اَغۡنِیَآءُ"۔ اللہ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں اور کوئی شیخی بکھیر رہا ہے کہ ہم انبیاء کی نسل سے ہیں اس لئے ہمارا گروہ وہ مقدس ہے وغیرہ وغیرہ۔ بھلا اس سے کیا حاصل؟ مزہ تو تب ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی بندے کی تعریف کرے اور مقدس وہ ہے جس کی خدا تقدیس کرے نہ وہ جو اپنے قصیدے آپ پڑھے اس سے مستفاد ہوتا ہے۔ کہ اپنی پاکی و پاکیزگی بیان کرنا روا نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں کبر و نخوت کا شائبہ پایا جاتا ہے اور اگر ایسا نہ ہو تو ویسے تحدیث نعمت کے طور پر کوئی مضائقہ نہیں ہے خدا عادل ہے حق والوں کو ان کا حق عطاء کرتا ہے۔ اور کسی پر سوت برابر (ذرہ بھر) ظلم و زیادتی نہیں کرتا۔

اس جھوٹی تہمت سے مراد وہی شیخیاں ہیں جو یہ لوگ بگھارتے تھے۔ جن کا تذکرہ اوپر بھی کیا جا چکا ہے کہ ہم اللہ کے بیٹے ہیں اللہ ہمارا باپ ہے یعنی ہم اسکے چہیتے ہیں وہ ہم سے محبت کرتا ہے۔ گنتی کے چند دنوں کے سوا دوزخ کی آگ ہمیں چھوئے گی بھی نہیں یعنی اللہ ضرور ہمیں جنت میں داخل

کرے گا۔ یہ سب خدا پر تہمتیں ہیں جو یہ لوگ لگا رہے ہیں اور جب عام بندوں پر تہمت لگانا گناہ ہے تو اس تہمت کی سنگینی اور کھلا گناہ ہونے کا کیا عالم ہوگا جو خدا پر لگائی جائے۔

معیارِ شرافت

بہرحال ان آیات مبارکہ میں خدائے حکیم اپنے بندوں کو یہ حقیقت بتلانا چاہتا ہے۔ کہ کس گروہ یا کسی خاص نسل سے وابستگی کی بنا پر کسی شخص کو کوئی ایسا فضیلت یا کوئی شرف نہیں مل جاتا جس سے وہ کسی تعریف جنت کا مستحق بن جائے۔ بلکہ اس کا تعلق خدا کے قانون عدل سے ہے لہٰذا جو شخص خدائی قانون عدل کے مطابق اپنے کو کسی شرف کا مستحق ثابت کرے یعنی اپنے ایمان و عمل سے اپنی شرافت ثابت کرے تو وہ شرف والا ہے اور جو اپنے ایمان و عمل سے اپنے آپ کو مستحق ثابت نہ کر سکے وہ محض کسی گروہ سے وابستگی کی بنا پر کسی شرف کا مالک نہیں بن جاتا بے شک ایسی نسبتیں ظاہری اکرام کا موجب تو ہوتی ہیں مگر نہ دنیا میں مدح کا باعث ہوتی ہیں اور نہ آخرت میں مغفرت کا موجب اور اس حقیقت کے خلاف ایسی باتیں کرنا خدا پر جھوٹی تہمت لگانے کے مترادف ہے۔ کیونکہ یہ بات تعلیمات خداوندی کے خلاف ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ جب کوئی قوم و جماعت علم و عمل سے محروم ہو جاتی ہے تو وہ ایسے غرور و پندار میں مبتلا ہو جاتی ہے۔

ان الفتیٰ من یقول ھا انا ذا
لیس الفتیٰ من یقول کان ابی

یعنی بندہ عشق شدی ترک نسب کن جامی
کاندریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ ۔ الآیۃ۔

اس آیت مبارکہ میں بھی یہود کی مذمت کی جا رہی ہے اور انکی غلط روش و رفتار اور غلط گفتار و کردار پر انکی سرزنش کی جا رہی ہے۔ کہ وہ جبت و طاغوت پر ایمان لانے لگے ہیں اور کہتے ہیں کہ اہل ایمان کے مقابلہ میں کفار و مشرکین زیادہ ہدایت یافتہ ہیں۔

جبت وطاغوت سے کیا مراد ھے؟

ان الفاظ کے اطلاقات و تعبیرات میں خاصا اختلاف ہے۔ جس کا ذیل میں ایک بطور نمونہ ایک شمہ پیش کیا جاتا ہے۔ **1**۔ جبت اور طاغوت کفار قریش کے دو بتوں کے نام ہیں۔ **2**۔ جبت جادو اور جادوگر۔ اور طاغوت شیطان۔ **3**۔ جبت محض، بے حقیقت چیز جیسے اہل، جوتش نارمل، فال گیری، کے خال گیری وغیرہ اور طاغوت کاہن اور گمراہی کا ہر سرغنہ۔ **4**۔ اللہ کے سوا جسکی عبادت کی جائے وہ جبت و طاغوت ہے۔ اس آیت کی شانِ نزول میں جو روایت کتب فریقین میں مروی ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ جبت و طاغوت سے کفار قریش کے دو بت مراد ہیں۔ جن کی وہ پوجا پاٹ کرتے تھے۔ چنانچہ مروی ہے کہ جنگ احد کے بعد کعب بن اشرف اور حی بن اخطب (سردارانِ یہود) اپنی قوم کے چند آدمیوں کے ہمراہ مکے گئے تا کہ کفار قریش کو عہد شکنی کر کے پیغمبرؐ اسلام کے خلاف جنگ کرنے پر آمادہ کریں۔ چنانچہ اس سلسلہ میں کعب بن اشرف ابوسفیان کے پاس گیا۔ اس نے اسکی خوب آؤ بھگت کی اور تعاون کرنے کا وعدہ کیا کہا تم اور محمدؐ دونوں اہل کتاب ہو جب تک تم ہمارے بتوں (جبت و

طاغوت کو سجدہ نہ کرو)۔ مگر اس وقت تک ہمیں کسی کا اعتبار نہیں ہے چنانچہ کعب نے انکو مطمئن کرنے کے لئے ان بتوں کو سجدہ کیا۔ پھر ابوسفیان نے کہا تم اہل علم اور اہل کتاب ہو مگر ہم ان پڑھ ہیں۔ آپ ہمیں بتائیں کہ ہم حق پر ہیں یا حجاج اور انکے پیروکار؟ کعب نے دریافت کیا تمہارا دین کیا ہے؟ ابوسفیان نے کہا۔ ہم موسم حج میں حجاج کرام کے لئے اونٹ ذبح کرتے ہیں۔ لوگوں کی ضیافت کرتے ہیں اقرباء پروری کرتے ہیں۔ بیت اللہ کا طواف کرتے ہیں اور عمرہ ادا کرتے ہیں مگر محمدؐ نے اس کے برعکس اپنے آباؤ اجداد کے دین و مذہب کو چھوڑ دیا ہے۔ اور اپنا ایک نیا دین لایا ہے اور برادری سے تعلقات توڑ لئے ہیں یہ سنکر کعب بن اشرف نے ابوسفیان اور دوسرے کفار مکہ کو خوش کرنے کے لئے کہا تم ان کے مقابلہ میں زیادہ ہدایت یافتہ ہو۔ (مجمع البیان وروح المعانی وغیرہ)۔

اس طرح یہود وہنود (کفار مکہ) نے مسلمانوں کے خلاف متحدہ محاذ قائم کرلیا۔ حالانکہ چاہیے تو یہ تھا کہ یہود مسلمانوں کے ساتھ ملکر کفار ومشرکین کے خلاف محاذ قائم کرتے۔ آخر یہود اور مسلمانوں کے درمیان کے کچھ اقدار تو مشترک موجود ہیں جیسے وحدت نظام رسالت وشریعت جبکہ مشرکین عرب ان چیزوں کے قائل ہی نہیں ہیں۔ مگر یہود نے اسکے برخلاف عمل کرکے اپنی پرانی دنائت طبع اور خباثتِ نفس کا ثبوت فراہم کیا۔ اور انکی اس کج رفتاری کا خداوند عالم نے یہاں شکوہ کیا ہے۔ حقیقت الامر یہ ہے کہ جب کوئی جماعت اتباع حق کو چھوڑ کر گروہ پرستی اور جتھا بندی کی بن جاتی ہے تو پھر اسے حق وباطل کا امتیاز نہیں رہتا۔ لہٰذا اگر اسے مخالف کو زک دینے کے لئے اپنے عقیدہ واصول کے خلاف بھی جانا پڑے تو چلی جاتی ہے یہی حال یہودِ مکہ کا تھا۔

أُولَٰئِكَ الَّذِينَ ۔ الآیۃ ۔

ایسے سیاہ کاروں اور ناہنجاروں پر خدا اگر لعنت نہ کرے تو کیا رحمت برسائے؟

ع۔ سزائے ایں چنیں دوناں بجز دوزخ کجا باشد؟

لمحہ فکریہ

ارباب دانش جانتے ہیں کہ "کعب بن اشرف" یہود کا ایک بڑا عالم تھا۔ جو خدا کو مانتا بھی تھا اور اس کی عبادت بھی کرتا تھا۔ مگر جب حبِ دنیا اور اسکے جاہ وجلال کا بھوت سر پر سوار ہوگیا۔ تو توحید اور دین پرستوں کے خلاف توحید اور دین و دیانت کے منکروں کے ساتھ ملکر متحدہ محاذ قائم کردیا۔ اور اپنے باطل مقصد کے حاصل کرنے کی خاطر بتوں کو سجدہ بھی کرلیا۔ بالکل اسی طرح جس طرح "بلعم بن باعورا" نے جو کہ ایک ممتاز عالم اور عابد وزاہد بزرگ تھا۔ مگر جب توفیق الٰہی سلب ہوئی اور نفسانی خواہشات کے جال میں پھنس گیا۔ تو جناب موسیٰؑ کے خلاف سازشیں کرنے لگا اور اپنی دنیا وآخرت کو خراب وبرباد کر بیٹھا خدا فرماتا ہے " فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ "اب اسکی مثال کتے جیسی ہے۔ ان واقعات وسانحات سے واضح ہوتا ہے کہ جب تک علم کے مطابق عمل نہ کیا جائے۔ تب تک علم فی حد ذاتہ مفید نہیں ہے۔

"لوکان للعلم شرف من غیر تقی لکان اشرف الناس ابلیس" سچ ہے

علم را بر جان زنی یارے بود
علم را بر تن زنی مارے بود

ان سبق آموز واقعات سے ان اہل علم کو درس عبرت حاصل کرنا چاہیئے۔ جو علم دین کو دنیا کے حصول کا ذریعہ بناتے ہیں اور اس پست مقصد کے حصول کی خاطر دینی حقائق اور اسلامی معارف میں ترمیم و تنسیخ کرتے ہیں۔ احکام میں کتر وبیونت کرتے ہیں۔ حتی کہ خدا اور رسولؐ کو ناراض کر کے حکام اور عوام کو خوش کرتے ہیں اور نتیجۃً خود گمراہ ہوتے ہیں اور مخلوقِ خدا کو گمراہ کرتے ہیں۔

"و ذالک ھو الخسران المبین"

حضرت امام زمانہ (عج) شریف علیہ السلام نے فرمایا

اے فروغ بخش نور، اے امور کے تدبیر کرنے والے، اے انسانوں کو قبروں سے اٹھانے والے محمدؐ و آل محمدؐ پر اپنی رحمت نازل فرما، میرے اور میرے شیعوں کیلئے تنگی سے کشادگی عطاء فرما، اور رنج و غم سے نجات دے، اور (راہ لطف کو) ہمارے لئے وسیع فرما اپنی طرف سے ہمارے لئے اسی چیز بھیج جو باعث فرج ہو، ہمارے ساتھ وہ برتاؤ کر جسکا تو اہل ہے۔ اے کریم۔ اے ارحم الراحمین۔

(الجنۃ الواقیہ فصل 26)

باب الحدیث

مدارات و رواداری کا بیان

تحریر: آیۃ اللہ الشیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی موسس و پرنسپل جامعہ سلطان المدارس سرگودھا

حافظ شیرازی کہتے ہیں۔

آسائش دو گیتی تفسیر این دو حرف است
بادوستاں تلطف بادشمناں مدارا

☆ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں جس شخص میں تین خصلتیں نہ ہوں اس کا کوئی عمل مکمل نہیں ہوتا (1) وہ کام جس کے ذریعہ حرام سے اجتناب کرے (2) اچھا خلق جس کے ذریعہ لوگوں سے مدارات کرے (3) حلم و بردباری جس سے جاہلوں کا دفاع کرے۔ (اصول کافی)

☆ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک بار جناب جبرائیلؑ خداوند عالم کا یہ پیغام لے کر بارگاہِ رسالتؐ میں حاضر ہوئے کہ لوگوں سے مدارااور رواداری کا سلوک کرو۔ (اصول کافی)

☆ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ خداوند عالم نے مجھے لوگوں سے اسی طرح مدارات کرنے کا حکم دیا ہے جس طرح واجبات کی ادائیگی کا حکم دیا ہے۔ (ایضاً)

☆ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ لوگوں سے مدارات کرنا نصف ایمان ہے اور لوگوں سے نرمی کرنا نصف زندگی ہے۔ (ایضاً)

☆ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے مروی ہے فرمایا ہر چیز کا ایک تالا ہوتا ہے اور ایمان کا تالا نرمی ہے۔ (ایضاً)

سوال نمبر 1: تقلید کیوں ضروری ہے؟ اور تقلید اور بیعت میں کیا فرق ہے؟ کیا مذہبِ شیعہ میں تقلید ضروری ہے اور بیعت جائز نہیں ہے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: تقلید ایک فطری جذبہ ہے اور تقاضا کہ جو شخص جو چیز نہیں جانتا وہ اسکے جاننے والے کی طرف رجوع کرتا ہے مثلاً جو ڈاکٹر نہ ہو وہ بیمار ہو جائے تو کسی اچھے ڈاکٹر کی طرف رجوع کرتا ہے، جو وکیل نہ ہو اور مقدمہ لڑنا ہو تو وہ کسی اچھے وکیل کی طرف رجوع کرتا ہے۔ وعلیٰ ھذا القیاس۔ جو دین کا عالم نہ ہو وہ کسی اچھے عالم دین کی طرف رجوع کر کے دینی احکام موصول کرے گا اور پھر ان پر عمل درآمد کر کے اپنی نجات کا سامان مہیا کرے گا۔ مگر بیعت جو کہ باع بیع کا حاصل مصدر ہے اس کا مطلب بیع وشری یعنی خرید و فروخت ہے کہ بیعت کرنے والا اپنی جان اور اپنی اولاد وغیرہ الغرض اپنا سب کچھ اس کے حوالے کر دیتا ہے کہ جس کی بیعت کرتا ہے اور اسکے عوض اسے جنت دیتا ہے۔ لہٰذا بیعت صاحبِ نبیؐ اور امامؑ کی ہو سکتی ہے جو کہ معصوم ہوتے ہیں اور جنت دلوا سکتے ہیں وہ کسی غیر معصوم کی نہیں ہو سکتی جسے خود علم نہیں کہ اس کا انجام کیا ہوگا۔؟؟

سوال نمبر 2: شامِ غریباں کو میدان کربلا میں حضرت امیر علیہ السلام کا تشریف لانا اور جناب زینبؑ عالیہ سے مکالمہ کرنا جس طرح عام ذاکرین اور مقررین بیان کرتے ہیں تاریخِ اسلام سے ثابت ہے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: سنا ہم نے بھی ہے۔ مگر آج تک کسی مستند کتاب میں نظر قاصر سے نہیں گزرا۔ اور ویسے بھی دیکھا جائے تو بے شک شہید زندہ ہوتا ہے مگر بنصِ قرآن شہید کی زندگی ہماری عقل اور ہمارے شعور سے ماوراء ہے۔ وَلٰكِنۡ لَّا تَشۡعُرُوۡنَ۔ وہ زندگی ہماری اس مادی زندگی جیسی نہیں ہے۔

سوال نمبر 3: کیا آلِ محمدؐ علیہم السلام کا لٹا ہوا قافلہ پورا ایک سال زندانِ شام میں رہا ہے؟

الجواب باسمہ سبحانہ: اس سلسلہ میں کتب معتبرہ سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ ہفتہ وغیرہ سے زیادہ نہیں ہے۔ تفصیل معلوم کرنے کیلئے ہماری کتاب سعادۃ الدارین کا مطالعہ کریں۔

سوال نمبر 4: جناب سید الشہداءؑ اور باقی شہداء کربلا کے سرہائے مقدسہ کہاں دفن ہیں؟

الجواب باسمہ سبحانہ: اگرچہ ہر مسئلہ اور ہر موضوع کی طرف اس سلسلہ میں اختلاف موجود ہے۔ مگر جو قول محقق علماء کرام کی نظر میں معتبر ہے وہ یہ کہ سرکار سید الشہداؑ کا سرِ اقدس ان کے تنِ اطہر کے ساتھ کربلا معلیٰ میں دفن ہے اور باقی شہداء کربلا کے سرہائے مقدسہ خرابہ ءشام میں دفن ہیں تفصیل سعادۃ الدارین

سے دیکھی جائے۔

سوال نمبر5: کیا شہزادہ علی اصغرؑ کا دفن کے بعد قبر اکھیڑ کر سرِ اقدس کاٹ کر نوکِ نیزہ پر سوار کیا گیا تھا؟

الجواب باسمہ سبحانہ: مقاتل کی کتب معتبرہ میں اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔ واللہ العالم

بقیہ حدیث کا بندوبست

کرتے حتیٰ کہ چالیس سال تک حدیث کو بیان کرنے کے لیے اپنی قدر کو منوایا تب جا کر حدیث بیان فرمائی ہمیں بھی اپنے ماحول کو دیکھ کر بات کرنے کا ڈھنگ سیکھنا ہوگا تا کہ اس سنت رسول اکرمؐ پر بھی عمل ہو سکے اور ہم سنت پر عمل کر کے کمال کے درجات کو حاصل کر سکیں۔

بقیہ اسلامی فرقوں کی پیدائش کا سال قسط نمبر8

میں ان کی دقت نظر کا پتہ دیتی ہے جسے ہم اگلے عنوان میں پیش کرتے ہیں۔

باقی آئندہ

حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا

حسن الخلق نصف الدین

اچھا اخلاق آدھا دین ہے۔

کنز العمال

باب المتفرقات

حسینی ؑ صبر و استقامت کی فتح

از ڈاکٹر ملک افتخار حسین اعوان سرگودھا

جب بھی کوئی تاریخ دان ، کالم نگار اور مصنف (Author) سانحہ کوئٹہ کی تاریخ لکھے گا۔ تو ضرور اس بات کا قائل ہو جائے گا۔ کہ آج سے چودہ سو سال قبل کربلا کے صحرا میں نواسہ رسولؐ، دلبند بتولؑ حضرت امام حسین علیہ السّلام کا صبر اور استقامت اسی طرح یزید لعین اور ابن زیاد لعین کے جبر و جہالت اور تشدد و ظلم پر فاتح بن کے آیا۔ اور یزیدی قوتوں کے بلند و بالا قصر استبداد کی بنیادوں کو ہلا کر رکھ دیا۔ اور وہ نظامِ بربریت جو یزید لعین کرنا چاہتا تھا حسینؑ و زینبؑ کے صابرانہ اور مدبّرانہ اقدامات و احتجاجات سے ہَوا ہو گیا اور اسلام کی حقیقت اور سالمیت دنیا پر واضح و آشکار ہو گئی۔ صبر جیت گیا۔ جبر ہار گیا۔ کردار جیت گیا۔ بدکرداری کو شکست ہوئی۔ علم جیت گیا۔ جہالت کو ہار ماننا پڑی۔ خون کو فتح حاصل ہوئی۔ تلوار کُند ہو گئی۔ یا یوں کہوں حسینؑ و حسینیت کو فتح و فروزی نصیب ہوئی اور قیامت تک آنے والے یزید اور یزیدی قوتوں کو ناکامی و نامرادی ملی۔ اسلام و ایمان کو عروج ملا اور کفر و نفاق کو پستی اور گیرائی ملی۔

ازل سے حق و باطل کا مقابلہ جاری ہے تاریخ انسانیت کا گہرا مطالعہ کریں۔ تو ازل سے حق و باطل برسر پیکار ہیں۔ باطل انہی ظاہری چمک دمک اور مکاریوں کے ساتھ چند روز کیلئے ضرور سر اٹھاتا ہے کچے ذہنوں کو ضرور اپنی طرف کھینچتا ہے۔ لیکن جب حق کا گُرز اس کے دماغ پر لگتا ہے تو پھر اس کا ملیا میٹ ہو جاتا ہے۔

استقامت و جواں مردی سانحہ کوئٹہ پر نظر ڈالی جائے تو ہر باشعور انسان ان کوہِ استقامت افراد کو داد دیے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ جو اپنے پیاروں یعنی 86 شہداء کی مقدس لاشوں کے ساتھ کھلے آسمان کے نیچے برفانی ہواؤں کو برداشت کرتے ہوئے چار دن اس بات کا انتظار کرتے رہے کہ کوئی تو ان کی فریاد سنے گا۔ اس میں بوڑھے، بچے، خواتین اور بزرگ علماء اور متدین افراد انہی میتوں کے ساتھ بیٹھے ہیں اور عجب اُن لوگوں کا نظم و ضبط اور حوصلہ ہے۔ کہ جوان علماء اور زعماء کے حکم کے پابند ہیں۔

آخر ان شہداء کا قصور کیا ہے؟ ہر باشعور فرد چاہے اس کا تعلق کسی مذہب اور مسلک سے ہو۔ یہ سوال کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ کہ آخر ان لوگوں کا قصور کیا تھا۔ کہ ان نہتے افراد کو بموں سے اڑا دیا گیا۔ اُن بچوں کو یتیم کر دیا گیا۔ خواتین کو بیوہ اور بوڑھے والدین سے ان کا سہارا چھین لیا گیا۔ اگر بنظر عمیق دیکھا جائے تو یہ ماننا پڑتا ہے کہ نہ تو کوئی دہشت گرد تھے۔ اور نہ ہی اسلحہ سے لیس تھے۔ اگر ان کے پاس اسلحہ ہوتا۔ یا وہ عسکری کیمپوں کے تربیت یافتہ ہوتے تو وہ بھی مقابلہ کرتے اور حملہ آوروں کا بھی نقصان ہوتا۔ وہ تو نہتے اور پرامن شہری تھے۔ جو

اپنے اپنے کاموں میں مصروف تھے۔ اپنی عبادت گاہوں میں مذہبی رسوم ادا کر رہے تھے۔ وہ تو مظلوم کے ماننے والے مظلوم عزادار تھے۔ ان کا قصور فقط یہ تھا۔ کہ وہ نواسۂ رسولؐ حضرت امام مظلوم کے حبدار، عزادار اور ماتم دار تھے۔ اس حسینؑ سے محبت کا اظہار کر رہے تھے۔ جس حسینؑ کی محبت خدا اور رسولؐ کے فرمان کے مطابق اجرِ رسالت ہے اور دین و دنیا میں کامیابی کی ضمانت ہے۔

ہزارہ قبیلہ کی نسل کشی کیوں؟ کوئٹہ اور پورے بلوچستان میں دیگر مسالک کے لوگ موجود ہیں۔ حتیٰ کہ غیر مسلم بھی موجود ہیں۔ ان کو کیوں نہیں مارا جاتا۔ ان کے گھر اور کاروبار کو کیوں نقصان نہیں پہنچایا جاتا۔ صرف ہزارہ کمیونٹی ہی کی نسل کشی کیوں؟ صرف اس لئے کہ یہ پوری کمیونٹی شیعہ امامیہ ہے اور حق کا ساتھ دینے والی ہے۔ علیؑ ولی اللہ کہنے والے ہیں حسینؑ حسینؑ کرنے والے ہیں۔

اس سے قبل گلگت بلتستان کے رہنے والوں کے ساتھ جو ظلم ہو۔ بسوں سے اتار کر ان کے شناختی کارڈ چیک کر کے، جس کے نام کے ساتھ حسین، علی، عباس، وغیرہ کے الفاظ تھے۔ ان کو چن چن کر مار دیا گیا کیا یہی اسلام ہے۔ اگر دشمنانِ اسلام اور دشمنانِ خدا اور رسولؐ کے نام پر نام رکھا ہوا ہو تو وہ آزاد ہے اور اگر مقدس ہستیوں کے نام پر نام رکھا ہو تو وہ قابل گردن زنی۔ اسی سے اندازہ لگا لینا چاہیے کہ مارنے والے کون ہیں اور مرنے والے کون۔ مارنے والوں کا مذہب کیا ہے اور جن کو مارا جا رہا ہے۔ ان کا تعلق کن ہستیوں سے ہے۔

تاریخ شاہد ہے کہ بنو امیہ اور بنو عباسیہ نے علیؑ والوں کو ختم کرنے کیلئے وہ کون سا حربہ ہے جو استعمال نہیں کیا۔ لیکن پھر بھی علیؑ والے علیؑ علیؑ کرنے سے باز نہ آئے۔ اور وہ لوگ جو نام علیؑ اور نام حسینؑ مٹانے کے درپے تھے وہ خود ہی مٹ گئے آج ان کی قبروں کے اوّل تو نشان ہی نہیں ہیں اور اگر کسی کی قبر ہے بھی تو لوگ فاتحہ پڑھنے کی بجائے تھوکتے اور جوتیاں مارتے نظر آتے ہیں۔

امیر شام کا دور ہو یا ابن زیاد بدنہاد کا شیعیان علیؑ کو چن چن کر سولی پر لٹکایا گیا۔ لیکن انہوں نے موت کو گلے لگانا قبول کر لیا۔ شہادت کی موت قبول کر لی سولی پر چڑھ کر بھی کہا اے لوگوں میرے پاس وقت کم ہے۔ قلم دوات لے آؤ اور فضائل علیؑ لکھ لو۔ جو میں نے پیغمبر اکرمؐ کی زبانِ اقدس سے سنے ہیں۔ حجاج بن یوسف جیسا ظالم جس نے کوشش کی کہ علیؑ والا کوئی زندہ نہ رہے لیکن کیا تھا علیؑ والے علیؑ علیؑ کرتے رہے اور یہ ظالم اپنے انجام کو پہنچ گئے آج بھی ہزارہ کمیونٹی ہو یا دیگر تمام دنیا میں شیعیت کو مٹانے کی سازشیں ہو رہی ہیں۔ ایران کا کیا قصور ہے صرف یہی کہ وہ حسینیتؑ کا دم بھرتے ہیں عراق میں شیعوں کا کیا قصور ہے؟ صرف حسینیتؑ کا پرچم بلند کرتے ہیں لہٰذا انسانیت کے دشمنوں کو یہ برداشت نہیں ہوتا۔ لیکن حق حق ہے اور سر بلند ہو کر رہے گا اور باطل کو شکستِ فاش ہوگی۔

سانحہ کوئٹہ اور حکومتی نااہلی غیر اسلامی ممالک میں جانوروں کے اتنے حقوق ہیں کہ اگر کوئی جانور سڑک پر مر جائے تو لوگ سڑکوں پر نکل آتے ہیں اگر کوئی شخص بے گناہ مارا جائے تو ہیومن رائٹس کی تنظیمیں احتجاج کرنا شروع کر دیتی ہیں لیکن یہ کیسا اسلامی ملک ہے اور کتنے بے حس حکمران ہیں کہ چار دن ایک دو نہیں بلکہ 86 لاشیں سڑک پر پڑی ہیں لوگ احتجاج کر رہے ہیں خواتین و بچے آہ و زاری کر رہے ہیں لیکن صوبے کا

سربراہ باہر سیر سپاٹے پر ہے۔ گورنر اور دیگر وزراء موجود ہیں پھر بھی ان مظلوموں کے آنسو پوچھنے کوئی نہیں آتا یہ بے حسی اور بے حیائی کی انتہا ہے لیکن سچ کہا ہے کسی نے کہ

ظلم پھر ظلم ہے بڑھتا ہے تو مٹ جاتا ہے
خون پھر خون ہے گرتا ہے تو جم جاتا ہے

آخر چار دن کے بعد حکومت وقت کو خیال آ گیا اور تمام مطالبات منظور کر لئے گئے۔

قوم کیلئے لمحہ فکریہ خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ دیر آئے درست آئے کی مصداق قوم جب اٹھ کھڑی ہوئی سارے ملک میں دھرنے دیے گئے احتجاج ہوا آخر حکومت مجبور ہوگئی اور سارے مطالبات تسلیم کر لئے۔

سوچنے والی بات یہ ہے کہ کیا ہم صرف اس وقت اکٹھے ہوں گے جب دشمن ہم پہ وار کرے گا کیا ہم اپنی قوم کی بقاء اور حسینیتؑ کو جاری وساری رکھنے کیلئے اکٹھے نہیں ہوسکتے۔ یہ تو پر مولوی، ذاکر، سٹیج پر کہتا ہے کہ عزاداری ہماری شہ رگ حیات ہے۔ کیا اس شہ رگ حیات کو باقی رکھنے کی خاطر ہم ایک پلیٹ فارم پر نہیں آسکتے۔ خدا جانے علماء کرام، ذاکرین، ماتم داران قیامت والے دن مظلوم کربلا کو کیا جواب دیں گے۔ کہ ہم اپنے مفادات کی خاطر آپ کا نام تو استعمال کرتے رہے لیکن آپ کی ذات اور آپ کی مشن کی خاطر ایک نہ ہوسکے۔

خدارا ملتِ جعفریہ کا ہر فرد اپنے آپ کو ایک ہی لڑی میں پروئے اور ایک تسبیح کی مانند یا ایک گلدستے کی طرح مل کر ایک قوم ہو جائے وگرنہ دشمن بہت ظالم اور سفاک ہے اس نے پھر موقع دیکھ کر وہی چال چلنی ہے اور ہم پھر ایک ایک کر کے ان کے ظلموں کا نشانہ بنتے رہیں گے۔

جب دوسرے فرقے کے لوگوں سے کہتے ہو کہ اسلام کے نام پر ایک ہو جاؤ اور مشترکات پر اتحاد کرو تو وہ لوگ جو علیؑ ولی اللہ کے قائل ہیں اور حسینیتؑ کے علمبردار ہیں وہ کیوں نہیں اکٹھے ہوسکتے۔ خدا کرے وہ وقت آئے کہ جب سارے علیؑ والے اور سارے حسینؑ والے مل کر نعرہ حیدریؑ لگائیں اور دشمن کو بھگائیں۔

اپنے پروانوں کو پھر ذوقِ خود افروزی دے
برقِ دیرینہ کو فرمانِ جگر سوزی دے

تحریر: ملک الطاف حسین   دھولر تلہ گنگ ضلع چکوال

اہل فکر خدارا فکر فرمائیں کہ یہاں تو صدیاں بیت گئی ہیں سامری ایک نہیں سامریوں کا لشکر جرار ہے جو کفر و شرک کے روایتی اسلحہ سے لیس تشیع اور عزاداری سید الشہداؑ پر حملہ آور ہو کر اکثریت کو بے دین و بے ایمان بنا کر گوسالوں کے چرنوں میں سجدے کروا رہا ہے۔ محترم بات ہو رہی تھی عزاداری کو بگاڑنے والوں کی طرف سے لگائے جانے والے الزامات اور دیے جانے والے جوابات کی کہ اچھی بھلی عزاداری ہو رہی خدا جانے آصلاح کا رونا رونے والے لوگ ہم سے اور کیا چاہتے ہیں؟

ان سامریوں اور گوسالہ پرستوں کی بات بھی کسی حد تک صحیح ہے کہ عزاداری کے نام پر ایک عزاداری تو ہو ہی رہی ہے جسے عزاداری حسینؑ کے نام سے یاد بھی کیا جاتا ہے (ہم ایسی بے بال و پر عزاداری کی ذات پات اور دیگر جملہ حالات "تفصیل الھفوات" میں ذخیرہ کر رہے ہیں اللہ کرے وہ منزل تکمیل تک پہنچے)

جب سانحہ کربلا رونما ہوا تو کوئی شک نہیں کہ اس وقت بھی اسلام کے نام پر ایک اسلام عالم اسلام میں رائج تھا لوگ رسماً نمازیں پڑھتے اور دن بھر کی بھوک پیاس کو روزہ کا نام دیا ہوا تھا۔ عرفات میں افراتفری کے عالم میں فضا کو گرد آلود کیا جا رہا تھا۔ منٰی میں جانوروں کی گردنوں پر چھری پھیر کر خون بہانے کو شوق پورا کیا جا رہا تھا۔ کعبہ کے گرد چکر لگا کر رب کعبہ کو چکر دینے کے چکر میں خود چکروں کے چکر میں الجھے دو چادروں میں پابند لوگوں کو لبیک الھم لبیک کو شور بلند تھا۔ عین اسوقت نواسۂ رسولؐ نے حج کو عمرہ میں بدلا۔ احرام کھول دیے اور فرمایا کہ ایسے ماحول میں رہنا میرے لئے ذلت کے سوا کچھ نہیں۔ کیا ہم پوچھ سکتے ہیں؟ کیا کوئی جاننے والا بتا سکتا ہے کہ ایسا کیوں کیا نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ اور جہاد وغیرہ پر مشتمل اسلام تو نظر آ رہا تھا جبکہ اسلام ان ہی جیسی رسومات کے مجموعے کا نام ہے۔

اس اسلام کو دیکھ کر امام وقت نے کہہ دیا کہ یہ اسلام جو نظر آ رہا ہے جسے لوگوں نے اپنے دل و دماغ میں اسلام سمجھ رکھا ہے دراصل یہ اسلام نہیں بلکہ اسلام کے نام پر غیر اسلام

ہے۔غیر اسلام کو حقیقی اسلام بنانے کی خاطر امام وقت احرام کھول کر اس راہ پر چل دیے جس راہ کا زادراہ ایثار وقربانی،جس کا عمل خاک وخون میں جولانی اور اس کا انجام واجر حصول رضائے ربانی ہے۔

چودہ صدیوں کی ساعتوں پر بکھری نسل انسانی نے بچشم خود دیکھا کہ حسینؑ ابن علیؑ کا حج کو عمرہ میں بدل کر جانب عراق جانے کا فیصلہ کتنے دور رس نتائج کا حامل ثابت ہو کہ آج بھی وہ لوگ جن کے قلب وجگر میں حق وحقیقت کا علم بلند کرنے کی تڑپ اور ولولہ موجود ہے وہ اسی سے راہ نمائی اور منزلوں تک رسائی حاصل کرتے ہیں بلکہ یوں کہہ دینا زیادہ مناسب ہوگا۔ کہ ایسا جذبہ اور تڑپ اسی فیصلہ کی پیداوار ہے اس فیصلہ کے نتیجے میں کربلا سج گئی اور اس کربلا میں شہداء کربلا کی رگوں سے بہنے والے پاکیزہ خون نے خزاں دیدہ اور کمر خمیدہ شجر اسلام کو تادم قیامت شادابی وتروتازگی اور قوت وطاقت عطا کرنے کیلئے اپنی شگفتگی اور روانی قربان کردی۔

سانحہ کربلا جس کی ابتداء بظاہر مدینہ سے اور انتہا بھی مدینہ ہی ہے لیکن حقیقتاً کربلا کا باب اس ظاہر سے کہیں طولانی اور اس کا سفر بچوں کو بوڑھا بنا دینے والا ہے۔امامؑ عالی مقام کی روانگی مدینہ سے لے کر عصر عاشور اور اس سے لے کر کوفہ وشام اور پھر واپس مدینہ تک بنت علیؑ اور امام سجادؑ کیساتھ پیش آنے والے واقعات وحادثات اور ان سے روا رکھے جانے والے ظلم وستم کے بیان کرنے کو عزاداری کے عنوان سے شناخت کیا جاتا ہے۔جس کا تذکرہ چودہ صدیوں سے جاری وساری ہے۔

فیصلہ خداوندی ہے کہ جو ذکر خدا کو بلند کرے اللہ اس کے ذکر کو بلند کر دیتا ہے کہ کربلا والوں کا ذکر بدرجہ اتم یہ حق رکھتا ہے کہ اسے بلند اور قائم رہنا چاہئے کیونکہ جس طرح کربلا والوں نے ذکر خدا کو بلند اور قائم کرنے مین کردار ادا کیا زمانہ اس کی مثال پیش کرنے سے لاچار ومعذور ہے۔

اس کرہ ارض پر اولاد آدمؑ کے درمیان جتنے بھی واقعات وحادثات ہوئے یعنی جنگ ہو یا امن، انقلاب ہو یا سکوت، بہتری ہو یا ابتری، ظلم وزیادتی ہو یا عدل وانصاف ہر واقعہ کے کچھ اسباب اور مقاصد ہوتے ہیں اسی طرح واقعہ کربلا بھی چونکہ نسل انسانی میں پیش آیا بنابریں اس کے کچھ اسباب و مقاصد ہیں۔

اس بے مثل وبے نظیر واقعہ کا ایک بنیادی اور اہم سبب یہ ہے کہ اخلاق وآداب سے مزیّن وہ ضابطہ حیات جو خالق کائنات نے انسان کو زندگی کے شب وروز گزارنے اور اپنی عاقبت سنوارنے کیلئے نازل کیا اسے پہنچانے اور پہچاننے کیلئے اپنے خاص بندوں پر مشتمل ایک خاص جماعت کے سپرد فرمایا اس ضابطہ حیات اور اس کے جملہ کمالات میں انسان نے جا دخل اندازی اور دست درازی کا مرتکب ہوا۔ظاہر ہے کہ ایسے حالات میں اس گروہ خاص کے ارکان جن پر دین و شریعت اور ملت کی رہبریت کی ذمہ داری عائد ہوتی تھی کہ اس دستور حیات کو ہر قسم کی تحریفی کوششوں اور نامناسب موسموں سے محفوظ رکھیں وہ کہاں خاموش رہ کر اس کی تباہی وبربادی دیکھنا گوارہ کرتے۔

واقعہ کربلا سے کچھ مدت پہلے حالات کچھ اس طرح کے پیدا ہوئے کہ بنی اسرائیل کی طرح لوگوں نے منتخبان خدا سے منہ موڑ کر اور گوسالوں سے رشتے جوڑ کر قانونِ خداوندی میں اپنی مرضی کی صلاحات وترامیم اور من پسند ضرب و تقسیم کا شغل اپنا لیا جو روانگی امامؑ تک نقطہ عروج کو جا پہنچا اور وہ بھی ایسے اوباشوں اور بدمعاشوں کی سربراہی اور سرپرستی میں کہ اسلامی تعلیمات جن کے حلق سے نیچے نہ اُتر پائی تھیں زمانہ جاہلیت کی بے راہ رویاں ان کے رگ وریشہ میں بدستور موجود تھیں صرف نظریہ ضرورت کے تحت باطن کے برعکس اپنے ظاہر کو رنگ وروغن کر رکھا تھا۔

دوسری طرف وہ افراد جن کا تعلق حزب اللہ سے تھا وہ ان دگرگوں حالات اور پرآشوب لمحات پر آنکھیں بند نہ رکھ سکے اور حالات کا پوری طرح صحیح اندازہ و جائزہ لے کر یہ نعرہ بلند کر دیا کہ ہم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا پرچم ہاتھ میں لے کر نکل رہے ہیں۔ چاہتے ہیں کہ اس ضابطہ خداوندی کی حفاظت اور امت (نسل انسانی) کی اصلاح کریں طے ہے کہ جب دو متضاد نظریات آمنے سامنے ہوں تو ان میں ٹکراؤ خارج از امکان نہیں واقعہ کربلا اسی ٹکراؤ کا نتیجہ ہے۔

چاہیئے تو یہ تھا کہ اس ٹکراؤ (سانحہ کربلا) کے جو اسباب اور دونوں جماعتوں کے جو مقصد تھے وہ من وعن دنیائے انسانیت کے سامنے پیش کیے جاتے لیکن اس حادثہ کربلا کے ساتھ ایک اور بڑا سنگین حادثہ پیش آیا کہ فوراً بعد کے طلبگاروں اور موقع پرست مکاروں نے فلسفہ کربلا کو بھلا کر اسے ذکر حسینؑ اقتدار کی سوغات اور دیگر دنیاوی مفادات کے حصول کیلئے استعمال کرنا شروع کر دیا اور یہ طریقہ واردات اب بھی رائج ہے۔ یہ تو کریم اللہ کا خاص لطف وکرم ہے کہ اس نے ہر دور میں ایسے لوگوں کی آمدورفت کا سلسلہ جاری رکھا جن کے جوش فداکاری اور جذبہ جانثاری نے اس سانحہ کے خدوخال اور حال احوال کو مفاد پرستوں کی چالوں، فتنہ پروروں کے وبالوں اور وقت کے دجالوں سے بچائے رکھا ورنہ یہ کب کا تحریف پسندوں کے پھندوں اور ابلیسی کارندوں کی کمندوں کا شکار ہو گیا ہوتا۔

موجودہ دور کے حالات کا مشاہدہ کرتے ہیں تو حالت کچھ زیادہ ہی خراب نظر آتی ہے کہ آج بھی اس سانحہ کے مقاصد کی تحریف میں بڑی منظم منصوبہ بندی اور کمال ہنرمندی کے ساتھ کام ہو رہا ہے۔

عرض کر چکے ہیں کہ سانحہ کربلا کی یاددہانی اور اس کے مقاصد کی ورق گردانی جسے عزاداری کے نام سے یاد کیا جاتا ہے اس کی یہ موجودہ حالت دیکھ کر اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ اس واقعہ کے ساتھ کتنا ناروا سلوک ہوا۔

ہم جس عزاداری کو ٹیڑھی اور ترچھی نظروں سے دیکھ رہے ہیں وہ تحریف کی زد میں تر آ کر اپنی کشش اور جاذبیت کھو دینے والی عزاداری ہے جس میں واقعہ کربلا کے اسباب و مقاصد کا تذکرہ شجرہ ممنوعہ کی حیثیت اختیار کر چکا ہے۔

عزاداری کے آنگن میں معنوی، لفظی اور واقعاتی تحریف کی ایک برسات ہے کہ تھمنے کا نام نہیں لے رہی راہ

رویلوں کی پرداختہ عزاداری میں روح کربلا کو خاموش، مقصد حسینؑ کو فراموش اوران کی بجائے ارادہ یزید، نیت ابن زیاد، کارکردگی شمراور کارگزاری ابن سعد کو تاج پوش کر کے پیش کیا جا رہا ہے۔جس عزاداری میں امامؑ کے عزائم ومقاصد بیان نہ ہوں اس کے مثال خشک مشکیزہ کی سی ہے جس میں پانی کی بجائے ہوا بھری ہواور آداب سقائی سے ناواقف ایک بہروپیہ کندھے پراٹھا کر بلبلاتے پیاسوں میں صدادے رہا ہو کہ پیاسو پانی پی لواگر کوئی پیاسا خالی جام مشکیزے کے منہ کے نزدیک لیجائے اور تسمہ کھلنے پر پانی کی جگہ ہوا اس کے ہاتھ پر خالی جام الٹ دے تو اس پیاسے پر کیا گذرے گی خود اندازہ لگائیں۔

سانحہ کربلا کیوں پیش آیا نواسہ رسولؐ کوفیوں کے بلانے پر کیوں آمادہ اوراتنی عظیم قربانی دینے پر کیونکر کمربستہ ہو گئے۔ہائے افسوس کہ کربلائی وجوہات اور شبیری فتوحات کے مقدس باب بند کر کے کئی نامقدس باب کھول کر عزاداری کے حرم کو نامحرم تاجروں اور نامعلوم سوداگروں کیلئے بازار عکاظ بنا دیا گیا۔

واقعاتی تحریف کے شعبے میں چوٹی کے ماہر کاریگر انتہائی مہارت اور کمال کی جسارت سے ہر سال جدید ماڈل کے واقعات گھڑ کر کربلائی تاریخ میں تھوک کے حساب سے متعارف کروار ہے ہیں جن کا شمار مشکل ہے۔

ے سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کیلئے!

تحریف کا پہیہ اسی رفتار سے چلتا رہا تو بعید نہیں کہ کچھ عرصہ بعد ایسی مجالس عزاداری میں نشست و برخاست رکھنے والوں کے ذہن سے کربلا میں واقعہ ہونے والے اصل واقعات محو اور من گھڑت قصے کہانیاں ثبت ہو کر ایک نئی کربلا کا نقشہ ترتیب دے دیں۔

لفظی تحریف کا سلسلہ بھی تیز رفتاری سے جاری ہے ایسے ایسے گستاخانہ الفاظ طنزیہ جملے اور بے ہودہ مکالمے زیر استعمال ہیں کہ عام حالات میں بھی جن کو بولنا اور سننا بازاری لوگوں کی زبانوں پر بوجھل اور سماعتوں پر بھاری ہے۔

شہید مطہریؒ فرماتے ہیں !اگر کوئی امام حسینؑ پر گریہ کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ واقعات کربلا کی تحریف پر روئے کیونکہ اس سے بڑا ظلم آپؑ پر کربلا میں بھی نہیں ہوا۔محترم قارئین کی یاددہانی کی خاطر ماضی کے چند سبق آموز صفحات کی طرف رجوع کرتے ہیں کہ سابقہ ادیان اور کتابوں (تورات، انجیل) میں ردوبدل اور کمی بیشی کر کے ان کی اصل کو غائب اور نقل کو حاضر کردینے کی تکلیف خود حاملان کتاب اور پیروان دین نے کی باہر سے کچھ نہیں ہوا۔

یہاں بھی کچھ اسی طرح کی صورت حال پیدا ہوئی۔

اسلام، تشیع یا عزاداری خارجی حوادث سے کبھی متاثر نہ ہوئی جہاں کہیں اور جب کبھی مخالف سمت سے ہوا چلی تو برگزیدگان خدا نے منہ توڑ جواب اور لاجواب دفاع کیا لیکن یہاں جو کھیل کھیلا جارہا ہے اس کی حقیقت کچھ یوں ہے کہ اسلام ہی کی بستی میں بسیرا کرنے والے بعض بددماغ گِدھوں اور بدمغز زاغوں نے تشیع کے نشیمن میں گھس کر گندے انڈے دینے شروع کر

دیے جن کیوجہ سے عزاداری کے پاکیزہ اور معطر ماحول میں تعفن پھیل گیا ہے۔انکی بے ڈھنگی اور بے سری اچھل کود سے اکثر جگہوں پر عزاداری کی شفافیت اور نفاست گرد آلود ہو چکی ہے۔

عزداری کی عظمت ورفعت اور اہمیت وافادیت کے پیش نظر حق تو یہ تھا کہ اس کی باگ ڈور کلی طور پر علماء حکماء اور شرفاء کے ہاتھوں میں ہونی چاہئے تھی لیکن انتہائی غفلت اور غضب کی ناانصافی ہوئی کہ اسے اکثر جگہوں پر چرواہوں، گڈریوں، ہاکروں کنڈکڑوں، بیروں کو چوانوں، احمقوں اور نادانوں کے ہاتھ میں دے کر منبر رسولؐ کی وہ توہین وتذلیل کی جارہی ہے جسے لکھنے سے قلمیں لڑکھڑاتیں، بیان کرنے سے زبانیں تھرتھراتیں، سننے سے سماعتیں ہچکچاتیں، دیکھنے سے بصارتیں شرماتیں سوچنے سے دماغ چکرا اور دل گھبرا جاتے ہیں۔

اس حقیقت سے انکار کرنا بہت مشکل ہے کہ دین کی صفوں میں جو پہلا فتنہ وفتور پیدا ہوا جس سے وحدت اسلامی کی رسی ٹوٹی، امت محمدیہؐ کا شیرازہ بکھر گیا دین اسلام کا بٹوارہ ہو گیا اور ملت نے ٹولیوں اور گروہوں میں تقسیم ہو کر 'وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا' کا مذاق اڑانا شروع کر دیا اس ٹوٹ پھوٹ اور اکھاڑ پچھاڑ نے پروان چڑھ کر اور اپنی حدود سے دو چار قدم آگے بڑھ کر سانحہ کربلا جیسی قیامت صغریٰ کو جنم دیا۔

ذہن نشین کرلیں کہ وہ پہلا فتنہ فتور منبر ہی سے متعلق ہے جس کے ہولناک اور بھیانک نتائج سے آنکھیں بند کر کے رقاصاؤں کی بانہوں گلوکاراؤں کی نواؤں اور اداکاراؤں کی اداؤں میں تربیت لینے والے لفنگوں اور تلنگوں کو جن کی وضع قطع اور حرکات وسکنات دیکھ کر شرم بھی مارے شرم کے پانی پانی ہو جائے اسی منبر رسولؐ پر بٹھا کر مفسر قرآن اور مبلغ علم وعرفان جیسے خطابات سے نواز اور سرفراز اجارہا ہے۔

زیب منبر ہیں گلو کار خدا خیر کرے

ایسی صورت حال جہاں دین کی صورت کو بگاڑا، مذہب کی ساکھ کو لتاڑا، قوت کربلا کو پچھاڑا اور مقصد عزاداری کو چتھاڑا جارہا ہو اس پر خاموش رہا جائے۔ واللہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔

کاں کاں زاغوں کی سنوں اور ہمہ تن گوش رہوں
ہمنوا! میں بھی کوئی سنگ ہوں کہ خاموش رہوں

ایسے گدلے موسم اور میلی رت میں اہل علم پر واجب ہے کہ وہ اپنا علم کھول بیان کر دیں۔اور اہل قلم اپنے قلم کی سیاہی کاغذات پر بکھیر دیں اس امید کے ساتھ کہ اللہ اصلاح کرنے والوں کو اجر وثواب ضائع نہیں کرتا۔ان حالات میں خاموشی اور مصلحت خوگوشی کی مانند ہے بہ الفاظ دیگر اسی غفلت ولا پرواہی محفل عزاداری کے ماحول کو خراب کرنے والے ماتشیوں اور واقعہ کربلا کو بے آب بنانے والے ماتشیوں کی حوصلہ افزائی کے مترادف ہے۔

سانحہ کربلا سے چند روز قبل جب جور جفا کا دیوتا مسند (منبر) قابض ہوا تو اس وقت ضرورت سے کہیں زیادہ سمجھ

داروں اور نما مقدس پرہیز گاروں نے اپنی اپنی خانقاہوں میں رواداری کے مصلے بچھا دیے اور مصلحت کی چادریں اوڑھ کر اپنے سر سجدے میں جھکا دیے دعا استغفار اور تسبیحات پڑھتے ہوئے ہواؤں کا رخ دیکھنے میں مصروف ہو گئے (سماں آج بھی کل والا ہی ہے) اور ہادی برحق کو مشورہ دینے لگے کہ آپ کہ عراق کی طرف کوچ نہ فرمائیں اگر جانا ہے تو کسی اور سمت نکل جائیں خواہ مخواہ عراق جانا ہے تو عورتوں اور بچوں کو ہمراہ نہ لے کر جائیں وغیرہ وغیرہ۔

سالار ہدایت نے خانقاہوں کی مشورانہ باتیں پسند نہ فرمائیں جواباً کہہ دیا کہ اسلام کی اقامت و استقامت کیلئے قیام ضروری ہے۔ دنیا نے دیکھا کہ اس قیام کے نتیجے میں گلشن حسینیؑ نے اپنی تمام بہاریں قربان کر کے گلستان اسلام پر چھا جانے والی گھٹاؤں اور شریعت کو زیر و زبر کرنے والی منحوس خزاؤں کو ذلت آمیز شکست دے کر دین خداوندی کو سدا بہار اور نا قابل شکست بنا دیا۔

ان بہاروں کی ویرانی اور ویرانوں میں سدا بہاری کے لازوال قصوں کو ایمان و عمل کے ساتھ دہرائے جانے کا نام حسینیؑ عزاداری ہے۔

اب بھلا یہ کس رنگ و نسل کی رواداری اور مصلحت آمیزی ہے کہ ایسی عزاداری جو گردنیں کٹوانے سے عبارت ہو اسے ابوذر نما ضمیر فروشوں، حُر نما کربلا فرشوں، مقداد نما خود فروشوں اور عمار نما ایمان فروشوں کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے جن کا تعارف ہم کچھ دیر پہلے کروا چکے ہیں۔

عزاداری کے حوالے سے خصوصاً دو واقعات کا تذکرہ ضروری سمجھتے ہیں ایک وہ وقت کہ بعد از شہادت امام حسینؑ حیدر کرارؑ کی طاہرہ بیٹیؑ کے خیمے ہیں لشکر شرار کے چند مجہول النسل اہلکار بغیر کسی خوف و خطر اور روک ٹوک کے اندر داخل ہوئے جہاں ملائکہ جیسی نوری مخلوق بلا اجازت داخلے سے محروم رہی اس جگر سوز واقعہ کے بارے ہم اکثر سوچتے ہیں کہ اس وقت آسمان ٹوٹ کر کیوں نہ زمین پر گر پڑا، زمین پھٹ جانے سے کیوں بچ گئی، پہاڑ ریزہ ریزہ کیوں نہ ہوئے، سورج سے روشنی غائب ہو کر دن سیاہ راتوں میں کیوں نہ بدل گئے اور ستاروں نے ایک دوسرے سے ٹکرا کر آسمان کو میدان جنگ کیوں نہ بنایا۔ یہ بھی ایک مصلحت و حکمت ہے کہ قیامت بپا نہ ہوئی۔

دوسرا وہ منظر کہ علیؑ بن حسینؑ نے فریاد کی کہ کاش میری ماں نے مجھے نہ جنا ہوتا کہ آج میں یہ منظر نہ دیکھتا، یہ الفاظ کسی عام شخصیت کے نہیں بلکہ امامؑ ابن امامؑ کی زبان سے نکلے ہوئے پر درد الفاظ ہیں جو سلسلہ امامت کا ایک فرد اور واقعہ کربلا کا ایک انتہائی اہم رکن ہے۔

ہمارے نزدیک امامت کسی شخص یا منصب کا نام نہیں بلکہ امامت اللہ کے اس پسندیدہ نظام کا نام ہے جس کے تحت بنی نوع انسان نے اپنی زندگی کے شب و روز گذارنے کے بعد دربار خداوندی میں حاضر ہو کر حساب و کتاب کی باریکیوں کا سامنا کرتے ہوئے اس منزل تک پہنچنا ہے جس کا اللہ نے ان سے پختہ وعدہ کر رکھا ہے۔

کتنا مشکل وقت تھا، وہ جب نظام امامت کے اس نگہبان کو یہ کہنا پڑ گیا جو ماقبل یا مابعد کسی نے نہ کہا کہ کاش میری ماں نے مجھے نہ جنا ہوتا کہ آج میں یہ منظر نہ دیکھتا گویا یوں کہہ رہے ہیں کہ کاش میری تخلیق ہی نہ ہوئی ہوتی نہ میرا وجود ہوتا نہ میں بنتِ زہرؑ کو ننگے سر قیدی کی صورت میں بازاروں اور درباروں میں اوباشوں، بدمعاشوں اور بدزبانوں کے طعنے سنتے نہ دیکھتا۔

سوال اٹھتا ہے کہ ایسے بے شرم اور بے حیا اور بے عزت ماحول میں خانوادہ رسولؐ جو انسانیت کو شرم وحیا سکھانے اور عزت وغیرت کا درس پڑھانے کیلئے اللہ نے منتخب فرمایا کیوں آنا پڑا؟

اسکا جواب اسکے سوا کچھ نہیں کہ یہ سب مصیبتیں اور اذیتیں برداشت کیں صرف اور صرف دین مبین کی حفاظت و بقاء امت کی اصلاح کی خاطر!

خون کے آنسو بہاتے ہوئے کہنا پڑ رہا ہے کہ تاریخ کائنات میں اپنی مثال آپ کا مصداق واقعہ کربلا جو دین کی بقاء وسلامتی کی ضمانت ہے اور دین داروں کے ہاتھوں میں حسینؑ کی مقدس امانت ہے جس کا بیان کرنا عزاداری سید الشہداء کہلاتا ہے اسے غیر ذمہ دار حبداروں اور بے اعتبار تعلق داروں نے خیالی اور تصوراتی عزاداری میں تبدیل کر دیا ہے۔ جس کا مقصد صرف حصول ثواب اور کربلا کا مقصد امت کے گناہوں کا کفارہ، مصیبتوں تکلیفوں (امتحان وآزمائش) سے محفوظ رہنے کا سہارا اور عمل صالح کی انجام دہی سے چھٹکارا تصور کر لیا گیا ہے۔

عزاداری منانے کو ثواب مسلمہ حقیقت ہے ہمیں ثواب پر اعتراض اور مغفرت سے انحراف نہیں لیکن کربلائی عزاداری میں اتنی تحریف کر دینا یہ بھی قرین انصاف نہیں وہ عزاداری جس میں مظلوم کربلا کے مقاصد اور مسافرہ شام کے اہداف نہیں، ایسی عزاداری جس کی تاریخ میں جھوٹ کی پیوند کاری، بیان کرنے میں اداکاری، منعقد کرنے میں ریاکاری، اور سننے میں بیزاری ہو رہی ہے ہم ایسی ہی بے مطلب خیالاتی اور بے مقصد تصوراتی عزاداری میں اصلاح کی بات کرتے ہیں جو تحریفی شہزادوں، تخریبی نوابوں اور مذہبی مہاراجوں کے مفاداتی تخت وتاج غاصبانہ شاہی ورواج میں تیر بن کر چھبتی، ان کی سیر گاہوں اور چراگاہوں پر بجلی بن کر گرتی اور ان کے بلند وبالا کاشانوں اور بالاخانوں پر ویرانی بن کر نازل ہوتی ہے۔

صاف شفاف اور اجلے اوصاف کی حامل عزاداری جس کے طول بلد اور عرض بلد صحیح اور اپنے حقیقی محور کے گرد درست سمت میں محو گردش ہے اس میں اجر وثواب، نور ہدایت، عطاء ومغفرت، درجات کی بلندی اور رضائے خداوندی جن کا حصول انسان کی خوش بختی اور سعادت مندی ہے ایسی کارآمد اور مفید عزاداری سید الشہداءؑ کی صحیح عزاداری کربلا والوں سے اصل وفاداری جو اللہ اور اللہ کے رسولؐ کو بہت پیاری ہے۔

اس قسم کی عزاداری میں اسلام کی بقاء عظمت کربلا اور عزاداروں کی دینی ودنیاوی فلاح محفوظ ہے۔ ہم ایسی عزاداری کی خواہش وآرزو اور تمنا وجستجو رکھتے ہیں جو بفضل خدا

تحریفی عزاداری کے مضافات میں اکثر مقامات پر منائی جارہی ہے ایسی عزاداری جو حسینی پیغامات اور وصیتوں سے آراستہ کی گئی ہے اس کی مجالس میں شرکت کرنے والے لوگ بکثرت تائب ہوکر واپس توحید پرستی کے آشیانوں کی طرف بڑی تیزی سے لوٹ رہے ہیں۔

(جاری ہے)

اسلام پر سیاست و فلسفہ و تصوف کے اثرات اور
اسلامی فرقوں کی پیدائش کا حال
قسط نمبر 8

مولانا سید محمد حسین زیدی برستی رحمۃ اللہ علیہ

نظام اسلام نظام ہدایت ہے

خداوند تعالیٰ نے بنی نوع انسان کو اپنی تمام مخلوقات پر بزرگی و برتری عطا کی ہے "وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ" (سورۃ بنی اسرائیل 70) اور اسے کسی کا بھی مطیع قرار نہیں دیا بلکہ خود اپنی اطاعت کیلئے بھی اس نے کسی پر جبر نہیں کیا اور صاف کہہ دیا کہ "لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ" (البقرہ 256) (خدا کی) اطاعت میں (بھی) جبر نہیں ہے اس نے انسان کو ارادہ و اختیار کا مالک بنا کر اسے اختیار دے دیا ہے اور یہ کہا ہے کہ "إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِمَّا شَاكِرًا وَإِمَّا كَفُورًا" (الدھر 3) "ہم نے تو اسے راستہ دکھلا دیا ہے اب یہ اس کی مرضی ہے خواہ شکر گزار ہو یا ناشکرا" اس نے انسان کی ہدایت کا کام بھی خود اپنے ہی ذمہ رکھا ہے "إِنَّ عَلَيْنَا لَلْهُدَىٰ" (اللیل 12) اور اس کی ہدایت کیلئے ایک گروہ ایسا خلق کیا ہے جس کا کام خدا کے حکم سے انسانوں کی ہدایت کرنا ہے"

"وَمِمَّنْ خَلَقْنَا أُمَّةٌ يَهْدُونَ بِالْحَقِّ وَبِهِ يَعْدِلُونَ (الأعراف 181)" اور اس نے واضح الفاظ میں فرمایا ہے کہ "وَمَن يَهْدِ اللَّهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ وَمَن يُضْلِلْ فَلَن تَجِدَ لَهُمْ أَوْلِيَاءَ مِن دُونِهِ (بنی اسرائیل 97)" "جس کو اللہ ہدایت دیتا ہے بس وہی ہدایت پاتا ہے اور جن کو گمراہی میں پڑا رہنے دے تو وہ اس کے سوا اور کسی کو مددگار نہ پائیں گے" اس نے یہ بھی فرمایا کہ بیشک صرف اللہ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے اور ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم عالمین کے پروردگار کے سامنے سر تسلیم خم کردیں "قُلْ إِنَّ هُدَى اللَّهِ هُوَ الْهُدَىٰ ۖ وَأُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعَالَمِينَ (الانعام 71)"

اس نے انسانوں کی ہدایت کیلئے جن کو اس دنیا میں بھیجا ان کو پیدائشی طور پر اس قابلیت، صلاحیت اور استعداد کے ساتھ پیدا کیا کہ وہ خدا کی وحی اور اس کے کلام کو سنیں اور سمجھیں اس قابلیت و صلاحیت و استعداد اور دوسرے انسانوں سے ان کے امتیاز کو اس نے لفظ اصطفیٰ کے ذریعے بیان کیا ہے اور یہ کہا ہے کہ " إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَىٰ آدَمَ وَنُوحًا وَآلَ إِبْرَاهِيمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَى الْعَالَمِينَ (33) ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِن بَعْضٍ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (34) (آل عمران 33-34)"

بیشک اللہ نے آدمؑ کو اور نوحؑ کو اور ابراہیمؑ کی اولاد کو اور عمرانؑ کی اولاد کا اصطفیٰ کیا ہے سارے جہان پر جو اولاد تھے ایک دوسرے کی اور اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے پھر خدا نے اپنے ان مصطفیٰ بندوں کو کار ہدایت انجام دینے کیلئے تربیت کیا

اور روز پیدائش سے لے کر ہر آن اور ہر لحہ اپنی زیر تربیت اور زیر ہدایت رکھا اور خوب اچھی طرح سے تربیت کر کے اور اپنے زیر نظر رکھ کر ایسا بنا دیا کہ وہ کسی بھی قسم کی لغزش نہ کر سکیں اس تربیت اور زیر نظر رکھنے کو اس نے اجتبیٰ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے جیسا کہ فرمایا" وَاجْتَبَيْنَاهُمْ وَهَدَيْنَاهُمْ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ (87) ذَٰلِكَ هُدَى اللَّهِ يَهْدِي بِهِ مَن يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ (88)(الانعام 87-88)"

"ہم نے تمام ہادیان دین انبیاء رسول کو مجتبیٰ بنایا ہے اور ان کو (اپنے زیر نظر رکھ کر اچھی طرح تربیت کر کے) صراط مستقیم کی ہدایت کی۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے اور اس کے ذریعہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہے ہدایت دیتا ہے۔لہٰذا دوسرے انسانوں کی ہدایت کیلئے اس نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ وہ اس کے ان مصطفیٰ ومجتبیٰ بندوں کی اطاعت اور پیروی کریں، اطاعت کیلئے ارشاد ہوا" "قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ ۖ فَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا عَلَيْهِ مَا حُمِّلَ وَعَلَيْكُم مَّا حُمِّلْتُمْ ۖ وَإِن تُطِيعُوهُ تَهْتَدُوا ۚ وَمَا عَلَى الرَّسُولِ إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ (النور 54)"

"اے رسولؐ کہہ دو کہ اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی اور اگر تم روگردانی کرو گے تو رسول کے ذمہ تو بس وہی کچھ ہے جو اس پر واجب کیا گیا ہے (اور وہ اس کے احکام کو پہنچا دینا اور تمہیں راہ راست کا پتہ بتلا دینا ہے) اور تمہارے ذمہ وہی کچھ ہے جو تم پر واجب کیا گیا ہے (اور وہ اس کے رسول کی اطاعت ہے) اور اگر تم اس کی اطاعت کرو گے تو ہدایت پا جاؤ گے اور رسول کے ذمہ تو صرف صاف احکام پہنچا دینا فرض ہے"۔

اس سے ثابت ہوا کہ رسولؐ کے ذمہ لوگوں تک خدا کے احکام صاف صاف پہنچانا اور انہیں ہدایت دینا ہے اور لوگوں کے ذمہ حصول ہدایت کیلئے رسول کی اطاعت کرنا ہے گویا خدا جن کی اطاعت کا حکم دیتا ہے اس کا مقصد ہدایت دینا ہوتا ہے اور جس کی اطاعت کا حکم دیتا ہے وہ ہادی ہوتا ہے۔

اسی طرح پیروی کے بارے میں فرمایا" قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۖ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ (الاعراف 158)"

"اے رسولؐ تم لوگوں سے کہہ دو کہ میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔ جس کے لئے سارے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہے وہی زندہ کرتا ہے پس اے لوگو تم خدا اور اس نبی امی پر ایمان لاؤ جو خود بھی خدا اور اسی کی باتوں پر دل سے ایمان رکھتا ہے اور اس کے قدم بقدم چلو اور اسی کی پیروی کرو تا کہ تم ہدایت پاؤ۔"

ان آیات سے ثابت ہوا کہ خدا نہیں حکم دیتا کسی کی اطاعت کا مگر صرف ان کی جنہیں اس نے ہادی بنا کر بھیجا ہے اور وہ نہیں حکم دیتا کسی کی پیروی کا مگر صرف انہی کی جن کو اس نے لوگوں کی ہدایت کیلئے ہادی بنا کر بھیجا ہے یعنی اس اطاعت و پیروی کرنے کا مقصد اپنی طرف سے اپنے بندوں کو ہدایت دینا ہوتا ہے۔ یہ ہدایت دینے والے انسان وہ ہوتے ہیں جن کو وہ کار ہدایت انجام دینے کے لائق بنانے کیلئے پیدائشی طور پر اصطفا کرتا ہے یعنی ان کو اسی صلاحیت وقابلیت واستعداد کا مالک

بناتا ہے جس کی وجہ سے وہ خدا کے کلام کو سن سکیں، شناخت کر سکیں اور سمجھ سکیں پھر وہ اپنے ان مصطفیٰ بندوں کو مجتبیٰ بناتا ہے ان کا اجتبیٰ کرتا ہے ان کو کار ہدایت انجام دینے کیلئے اپنے زیر نظر رکھتا ہے اور ہر آن اپنی نگرانی میں رکھتے ہوئے ان کی تربیت کرتا ہے یعنی خدا جن کا اصطفیٰ کرتا ہے اور اجتبیٰ کرتا ہے وہ انہیں ہادیِ خلق بنانے کیلئے کرتا ہے پیغمبر گرامیؐ اسلام تک نبوت ورسالت کا سلسلہ جاری رہا اور کار ہدایت انہیں کے ذریعہ انجام پاتا رہا اور خدا ان کو مصطفیٰ ومجتبیٰ بناتا رہا، لیکن آنحضرتؐ پر آکر نبوت کا باب ختم ہوگیا تو خدا نے لوگوں کی ہدایت کیلئے پیغمبرؐ کے جانشین کے طور پر امامت کا سلسلہ شروع کیا تاکہ وہ پیغمبرؐ کی نیابت میں کار ہدایت انجام دیں اور ہم سابقہ اوراق میں ثابت کر چکے ہیں کہ خدا جن کو ہادی بناتا ہے وہ پیدائشی طور پر مصطفیٰ ہوتے ہیں اور پیدا ہونے کے بعد ان کا اجتبیٰ کیا جاتا ہے اور وہ ایک لمحہ کیلئے بھی اپنی نظرِ عنایت سے انہیں علیحدہ نہیں کرتا لہٰذا وہ پیدائش کے دن سے لے کر اپنی موت کے دن تک معصوم رہتے ہیں اور ہم یہ بات سابق میں بھی ثابت کر آئے ہیں کہ پیغمبرؐ کے بعد ایسی ہستیاں موجود رہیں ہیں جن کا خدا نے اصطفیٰ کیا۔ (سورۃ فاطر 32،31) اور ان مصطفیٰ بندوں کو کار ہدایت انجام دینے کیلئے مجتبیٰ بنایا۔ (الحج 78)۔ اور خدا جن کو مصطفیٰ بناتا ہے اور جن کو خدا اجتبیٰ کرتا ہے اور انہیں مجتبیٰ بناتا ہے وہ حتماً و یقیناً ہادیان دین ہوتے ہیں پس قرآن کی سند کی رو سے پیغمبرؐ کے بعد خدا کے مصطفیٰ بندوں کا وجود ہے اور اس کے مجتبیٰ بندوں کا وجود بھی ہے یعنی ہادیان دین اور خدا کے مقرر کردہ پیشواؤں کا وجود ہے اور چونکہ خدا کے مصطفیٰ بندوں اور مجتبیٰ بندوں کو سوائے خدا کے اور کوئی نہیں جان سکتا لہٰذا اس نے ہادیان دین کے انتخاب کا اختیار خود اپنے ہاتھ میں رکھا ہے جیسا کہ ارشاد ہوا: "وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ سُبْحَانَ اللَّهِ وَتَعَالَىٰ عَمَّا يُشْرِكُونَ (القصص 68)"

"اور تیرا رب ہی جسے چاہتا ہے خلق کرتا ہے اور (اپنی مخلوق میں سے نبوت و رسالت و امامت کیلئے) جسے چاہے اختیار کرتا ہے تمام انسانوں میں سے کسی کو بھی اس بات کا اختیار نہیں ہے کہ (ان مناصب کیلئے) کسی کو اختیار کرے اور اللہ تعالیٰ کی ذات ان کے اس شرک سے پاک و منزہ ہے۔"

پیغمبرصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد حضرت علی علیہ السلام کی اطاعت پیغمبرصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت ہے

اب جبکہ قرآنی دلائل سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ خدا کسی کی اطاعت کا حکم نہیں دیتا سوائے ہادی کے لہٰذا ضروری ہے کہ پیغمبرؐ کے بعد بھی خدا جس کی اطاعت کا حکم دے گا وہ ہادی ہوگا اور اس کی اطاعت اسی طرح سے پیغمبرؐ کی اطاعت ہوگی جس طرح خود پیغمبرؐ کے لئے فرمایا کہ "مَّن يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ (النساء 80)" "یعنی جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے یقیناً خدا کی اطاعت کی ہے" اس طرح پیغمبرؐ اکرم صلعم نے حضرت علیؑ اور آئمہؑ اہلبیتؑ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا ہے ہم اہلسنت کے معروف مطابع سے چند احادیث یہاں نقل کرتے ہیں

"نمبر 1: عن ابی ذر رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لعلی ابن ابی طالب علیہ السلام، من اطاعنی فقد اطاع اللہ ومن عصانی فقد عصا اللہ ومن اطاعك فقد اطاعنی ومن عصاك فقد عصانی" مستدرک حاکم علی الصحیحین الجزء الثالث کتاب معرفۃ الصحابہ 128-121

ترجمہ: حضرت ابی ذرؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ سے فرمایا کہ: جس نے میری اطاعت کی اس نے خدا کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے خدا کی نافرمانی کی اور جس نے اے علیؑ تیری اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے تیری نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

"نمبر 2: ایک اور حدیث میں پیغمبرؐ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان اللہ قد فرض علیکم طاعتی و نهاکم عن معصینی و فرض علیکم طاعت علیؑ بعدی و نهاکم من معصیته " ینابیع المودت اسلام بول الجزء الاول باب 4 ص 123، ریاض النظرہ الجزء الثانی باب الرابع فصل سادس ص 172، ارجح المطالب باب 4 ص 595۔

"ترجمہ: پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بہ تحقیق خدا نے تم سب مسلمانوں پر میری اطاعت فرض کر دی ہے اور میری نافرمانی سے منع کیا ہے اور (اسی طرح) اس نے میرے بعد علیؑ کی اطاعت تم پر فرض کر دی ہے اور ان کی نافرمانی سے تم کو منع کیا ہے" پیغمبرؐ کیا اس حدیث سے ثابت ہوا کہ جس طرح خدا نے مسلمانوں کو پیغمبرؐ کو اطاعت کا حکم دیا ہے اس طرح حضرت علیؑ کی اطاعت کا حکم بھی اللہ ہی نے دیا ہے۔ لہٰذا حضرت علیؑ اور ان کی ذریت طاہرہ ہی وہ اولی الامر ہیں جن کی اطاعت کا حکم خداوند تعالیٰ نے سورۃ النساء کی آیت نمبر 59 میں دیا ہے جو اس طرح ہے "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَأُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ (النساء 59)"

"اے ایمان لانے والو اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسول کی و اولی الامر کی (یعنی جس کیلئے اللہ کی طرف سے امر ہے)"

اس آیت میں خداوند تعالیٰ نے اپنی اطاعت کا علیحدہ بیان کیا ہے اور اولی الامر کی اطاعت کو رسول کی اطاعت کے ساتھ واو عطف کے ذریعہ ملا کر بلا شرط و بلا استثنا اطاعت مطلقہ کے طور پر بجالانے کا حکم دیا ہے۔ یعنی رسول اور اولی الامر کی اطاعت ایک جیسی ہے اور کسی کی اطاعت مطلقہ معصوم کے سوا جائز نہیں ہو سکتی اور خدا نے قرآن میں اپنے ایسے بندوں کے وجود کی خبر دی ہے جو پیغمبرؐ صلعم کے بعد منزل اصطفیٰ اور منزل اجتبیٰ پر فائز ہیں۔ اور خدا نے انبیاء و رسول علیہم السلام کی عصمت کو انہیں دو الفاظ کے ذریعہ بیان کیا ہے، قرآن میں ان دو الفاظ کے علاوہ اور کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جو ان کی عصمت پر دلالت کرتا ہو لیکن پیغمبرؐ اکرم صلعم اور آئمہؑ اہلبیتؑ کیلئے یطھر کم تطهیرا کی آیت ان کی عصمت کیلئے ایک مزید دلیل ہے۔ لہٰذا ان ہی کی اطاعت کا حکم مذکورہ آیت میں دیا گیا ہے۔

نمبر 3: ایک اور حدیث پیغمبر اکرمؐ صلعم نے فرمایا "علی مرتضیٰؑ سے آنحضرتؐ نے فرمایا: آئمہ میرے فرزند سے پیدا ہوں گے جس شخص نے ان آئمہ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی جس شخص نے ان آئمہ کی نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ یہ حضرات مضبوط رسی ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف جانے کا وسیلہ ہیں" اردو ترجمہ ینابیع المودۃ ص 417 حدیث نمبر 13۔

مودودی صاحب نے اللہ کی اور اس کے رسول کی اطاعت کرنے کا سبب بیان کرتے ہوئے اللہ کی قانونی حکومت

کے تحت اس طرح لکھا ہے

اللہ کی قانونی حکومت

اس موضوع کو مودودی صاحب نے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے: (الف): ان وجوہ سے قرآن فیصلہ کرتا ہے کہ اطاعت خالصتاً اللہ اور پیروی اس کے قانون کی ہونی چاہیے اس کو چھوڑ کر دوسروں کی یا اپنے خواہشات نفس کی پیروی ممنوع ہے۔ اسی مطلب کے ثبوت میں مودودی صاحب نے قرآن کریم کی دس (10) آیات سے استدلال کیا ہے جو بالکل درست ہے وہ اسی مطلب پر دلالت کرتی ہیں۔

(ب) نیز وہ کہتا ہے کہ اللہ کے حکم کے خلاف جو حکم بھی نہ صرف غلط اور ناجائز ہے بلکہ کفر ضلالت اور ظلم و فسق ہے۔ اس طرح کر ہر فیصلہ جاہلیت کا فیصلہ ہے جس کا انکار لازمہ ایمان ہے۔

اس مطلب کے ثبوت میں مودودی صاحب نے قرآن کریم کی پانچ آیات سے استدلال کیا ہے جو بالکل درست ہے اور وہ اسی مطلب پر دلالت کرتی ہیں (خلافت و ملوکیت ص 27 تا 30)

اس کے بعد رسولؐ کی اطاعت کی وجہ بیان کرتے ہوئے رسولؐ کی حیثیت کے عنوان کے تحت اس طرح لکھتے ہیں

رسولؐ کی حیثیت

خدا کا قانون جس کی پیروی کا اوپر کی آیتوں میں حکم دیا گیا ہے انسان تک اس کے پہنچے کا ذریعہ صرف خدا کا رسولؐ ہے وہی اس کی طرف سے احکام اور اس کی ہدایات انسانوں تک پہنچاتا ہے اور وہی اپنے قول و عمل سے ان احکام و ہدایات کی تشریح کرتا ہے۔ پس رسولؐ انسانی زندگی میں خدا کی قانونی حاکمیت (LEGAL SOVERIGNTY) کا نمائندہ ہے اور اس بناء پر اس کی اطاعت عین خدا کی اطاعت ہے۔ خدا ہی کا حکم ہے کہ رسولؐ کے امر و نہی اور اس کے فیصلوں کو بے چون و چرا تسلیم کیا جائے حتیٰ کہ ان پر دل میں بھی ناگواری پیدا نہ ہو۔ ورنہ ایمان کی خیر نہیں۔ (خلافت و ملوکیت ص 30-31)

اس مطلب کے ثبوت میں مودودی صاحب نے قرآن کریم کی پانچ آیات (النساء 80۔ النساء 115۔ الحشر 7۔ النساء 64۔ النساء 65۔) سے استدلال کیا ہے جو بالکل درست ہے اور وہ اس مطلب پر دلالت کرتی ہیں اور ان آیات قرآنی سے ایک محکم اصول بھی اخذ ہوتا ہے کہ انسانی زندگی میں بھی خدا کی قانونی حکومت کا نمائندہ ہو صرف اس کی اطاعت ہی خدا کی طرف سے فرض ہوگی اور وہ خدا کی اطاعت ہوگی اس کے سوا اور کسی کی اطاعت خدا کی اطاعت نہیں کہلا سکتی اس کے بعد مودودی صاحب بالاتر قانون کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں

بالاتر قانون

خدا اور رسول کا حکم قرآن کی رو سے وہ بالاتر قانون (SUPREME LAW) ہے جس کے مقابلہ میں اہل ایمان صرف اطاعت ہی کا رویہ اختیار کر سکتے ہیں جن معاملات میں خدا اور رسولؐ اپنا فیصلہ دے چکے ہیں ان میں کوئی مسلمان خود آزادانہ فیصلہ کرنے کا مجاز نہیں ہے اور اس فیصلہ سے انحراف ایمان کی ضد ہے۔ (خلافت و ملوکیت ص 32)

اس مطلب کے ثبوت میں مودودی صاحب نے قرآن کریم کی چار آیات (الاحزاب 36 النور 47۔ 48۔ 51) سے استدلال کیا ہے جو بالکل درست ہے اور وہ سب اس مطلب پر دلالت کرتی ہیں لیکن پرویز صاحب نے پیغمبرؐ کی اطاعت کو ان کے بعد کیلئے ثابت کیا ہے وہ اس مسئلہ

بقیہ صفحہ نمبر 15 پر

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حدیث بیان کرنے سے پہلے اہتمام وبندوبست فرمانا

تحریر: مولانا مہر فرحت حسین صاحب
کوثر یونیورسٹی اسلام آباد

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 570ء دنیاوی تاریخ میں اہم ترین شخصیت کے طور پر نمودار ہوئے اور آپ کی یہ خصوصیت عالمی طور (مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں جانب) مصدقہ طور پر تسلیم شدہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمام مذاہب کے پیشواؤں سے کامیاب ترین پیشوا تھے۔ آپ کی کنیت ابوالقاسمؐ تھی۔ مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کی طرف سے انسانیت کی جانب بھیجے جانے والے انبیاء اکرامؑ کے سلسلے کے آخری نبی ہیں جن کو اللہ نے اپنے دین کی درست شکل نبی کے ذریعے انسانوں کی جانب آخری بار پہنچانے کیلئے دنیا میں بھیجا۔ آپؐ دنیا کی تمام مذہبی شخصیات میں سب سے کامیاب شخصیت تھے۔

570ء مکہ میں پیدا ہونے والے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر قرآن کی پہلی آیت چالیس برس کی عمر میں نازل ہوئی۔ آپ کا وصال تریسٹھ (63) سال کی عمر میں 632ء میں مدینہ میں ہوا۔ مکہ اور مدینہ دونوں شہر آج کے سعودی عرب میں حجاز کا حصہ ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بن عبداللہؑ بن عبدالمطلبؑ بن ھاشمؑ بن عبدالمنافؑ کے والد کا انتقال آپؐ کی دنیا میں آمد سے قریبا چھ ماہ قبل ہو گیا تھا اور جب آپؐ کی عمر مبارک چھ برس تھی تو آپؐ کی والدہ حضرت آمنہ سلام اللہ علیہا بھی اس دنیا سے رحلت فرما گئیں۔ عربی زبان میں لفظ محمدؐ کے معنی ہیں جس کی تعریف کی گئی ہو۔ یہ لفظ اپنی اصل حمد سے ماخوذ ہے جس کا مطلب ہے تعریف کرنا۔ یہ نام آپؐ کے دادا حضرت عبدالمطلبؑ نے رکھا تھا۔ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو رسول، خاتم النبیینؐ، حضور اکرمؐ، رحمت اللعالمینؐ اور آپؐ کو دیگر القابات سے بھی پکارا جاتا ہے۔

بچپن میں حدیث بیان کرنے سے پہلے کردار سازی

آپؐ کے والد محترم جناب حضرت عبداللہؑ بن عبد المطلبؑ آپؐ کی ولادت سے چھ ماہ قبل وفات پا چکے تھے اور آپؐ کی پرورش آپؐ کے دادا حضرت عبدالمطلبؑ نے کی۔ اس دوران آپؐ نے کچھ مدت ایک بدوی قبیلہ کے ساتھ بسر کی جیسا عرب کا رواج تھا۔ اس کا مقصد بچوں کو فصیح عربی زبان سکھانا اور کھلی آب وہوا میں صحت مند طریقے سے پرورش کرنا تھا۔ اس دوران آپؐ کو حضرت حلیمہ بنت عبداللہ اور حضرت ثوبیہ (درست تلفظ: ثُوَیبہ) نے دودھ پلایا۔ چھ سال کی عمر میں آپؐ کی والدہ اور آٹھ سال کی عمر میں آپؐ کے دادا بھی وفات

پا گئے۔اس کے بعد آپؐ کی پرورش کی ذمہ داریاں آپؐ کے چچا اور بنو ہاشم کے نئے سردار حضرت ابو طالبؑ نے سرانجام دیں۔

حضرت محمدؐ نے حضرت ابو طالبؑ کے ساتھ شام کا تجارتی سفر بھی اختیار کیا اور تجارت کے امور سے واقفیت حاصل کی۔اس سفر کے دوران ایک بحیرا نامی عیسائی راہب نے آپؐ میں کچھ ایسی نشانیاں دیکھیں جو ایک آنے والے پیغمبر کے بارے میں قدیم آسمانی کتب میں لکھی تھیں۔

اس نے حضرت ابو طالبؑ کو بتایا۔۔نبوت کے اظہار سے قبل حضرتؐ نے اپنے چچا حضرت ابو طالبؑ کے ساتھ تجارت میں ہاتھ بٹا کر اپنی سچائی، دیانت داری اور شفاف کردار کی وجہ سے آپؐ عرب قبائل میں صادق اور امین کے القابات سے پہچانے جانے لگے تھے۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرتؐ کا بچپن عام بچوں کی طرح کھیل کود میں نہیں گذر رہا تھا بلکہ آپؐ میں نبوت کی نشانیاں شروع سے موجود تھیں آپؐ نبی بھی تھے۔اس قسم کا ایک واقعہ اس وقت بھی پیش آیا جب آپؐ بدوی قبیلہ میں اپنی دایہ کے پاس تھے۔ وہاں حبشہ کے کچھ عیسائیوں نے آپؐ کو بغور دیکھا اور کچھ سوالات کیے یہاں تک کہ نبوت کی نشانیاں پائیں اور پھر کہنے لگے کہ ہم اس بچے کو پکڑ کر اپنی سرزمین میں لے جائیں گے۔اس واقعہ کے بعد حضورؐ کو مکہ لوٹا دیا گیا۔

حدیث منزلت سے پہلے مسجد نبوی کے دروازوں کی بندش

جس روز حضرت رسول اللہؐ نے یہ حکم دیا کہ جس جس کے دروازے مسجد (یعنی مسجدِ رسول) کے اندر ہیں وہ سب بند کردیئے جائیں صرف علیؑ کا دروازہ باقی رہے، جابر بن عبداللہ انصاریؓ کہتے ہیں کہ اس وقت رسول اللہ نے علیؑ سے فرمایا:

انه یحل لك من الجسد ما یحل لی وانك منی بمنزلة هارون من موسیٰ الا انه لا نبیّ بعدی

''جو میرے لئے مسجد میں حلال ہے (اے علیؑ) وہ تمھارے بھی حلال ہے کیونکہ تم میرے لئے ویسے ہی ہو جیسے ہارونؑ موسیٰؑ کے لئے تھے۔''

حدیث منزلت، غزوہ تبوک سے پہلے

غزوہ تبوک صرف وہ غزوہ جس میں حضرت علیؑ نے پیغمبر اکرمؐ کے حکم کی پیروی کرتے ہوئے شرکت نہیں کی چنانچہ اس مرتبہ آپؑ جانشین رسولؐ خدا کی حیثیت سے اور ان واقعات کا سد باب کرنے کی غرض سے جن کے رونما ہونے کا احتمال تھا مدینہ میں ہی قیام پذیر رہے۔

جس وقت منافقوں کو رسول خداؐ کے ارادے کی خبر ہوئی تو انہوں نے ایسی افواہیں پھیلائیں جن سے حضرت علیؑ اور پیغمبر اکرمؐ کے تعلقات میں کشیدگی پیدا ہوجائے اور حضرت علیؑ کو یہ بات باور کرادیں کہ اب آپ سے رسولؐ کو پہلی سی محبت نہیں چنانچہ جب آپ کو منافقین کی ان شر پسندانہ سازشوں کا علم ہوا تو ان کی باتوں کو غلط ثابت کرنے کی غرض سے رسول خداؐ کی خدمت میں تشریف لے گئے اور صحیح واقعات کی اطلاع دی۔

رسول اکرمؐ نے علیؑ کو مدینہ واپس جانے کا حکم دیتے ہوئے اس تاریخی جملے سے حضرت علیؑ کے اس مقام و مرتبہ کو جو آپؐ کے نزدیک تھا اس طرح بیان فرمایا: ''کیا تم اس بات سے خوش نہیں ہو کہ میرے اور تمہارے درمیان وہی نسبت ہے جو کہ موسیٰؑ اور ہارونؑ کے درمیان تھی۔مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں

ہوگا"۔

مذکورہ بالا مواقع کے علاوہ بہت سارے مواقع ہیں اور ان میں سے بہت سارے ایسے ہین جن کو اہل سنّت کی مشہور کتابوں سے نقل کیا سکتا ہے ورنہ شیعہ کتب میں اس سے زیادہ مواقعہ کا تذکرہ ہے جہاں حضرت پیغمبرؐ نے بارہا یہی حدیث حضرت علیؑ کے بارے میں فرمائی ہے۔

خطبہ فتح مکہ سے پہلے تطہیر خانہ کعبہ

صلح حدیبیہ کی مدت دس سال طے کی گئی تھی تاہم یہ صرف دو برس ہی نافذ رہ سکا۔ بنوقزع کا حضرت محمدؐ سے اتحاد جبکہ آپؐ کے مخالف بنوبکر مکہ کے ساتھ تھے۔ ایک رات بنوبکر کے کچھ آدمیوں نے شب خون مارتے ہوئے بنوقزعہ کے کچھ لوگ قتل کردیے۔ قریش نے ہتھیاروں کے ساتھ اپنے اتحادیوں کی مدد کی جبکہ بعض روایات کے مطابق چند قریش بذات خود بھی حملہ آروں میں شامل تھے۔ اس واقعہ کے بعد نبی اکرمؐ نے قریش کو ایک تین نکاتی پیغام بھیجا اور فرمایا کہ ان میں سے کوئی منتخب کرلیں:

1۔ قریش بنوقزعہ کو خون بہا ادا کرے، 2۔ بنوبکر سے تعلق توڑ لیں، 3۔ صلح حدیبیہ کو کالعدم قرار دیں۔

قریش نے جواب دیا کہ وہ صرف تیسری شرط تسلیم کریں گے۔ تاہم جلد ہی انہیں اپنی غلطی کا احساس ہوا اور ابو سفیان کو معاہدے کی تجدید کے لئے روانہ کیا گیا لیکن نبی اکرمؐ نے اس کی درخواست رد کردی۔ نبی اکرمؐ اس وقت تک قریش کے خلاف چڑھائی کی تیاری شروع کرچکے تھے۔

630ء میں آپؐ نے دس ہزار مجاہدین کے ساتھ مکہ کی طرف پیش قدمی شروع کردی۔ مسلمانوں کی ہیبت دیکھ کر بہت سے مشرکین نے اسلام قبول کرلیا اور نبی اکرمؐ نے عام معافی کا اعلان کیا۔ ایک چھوٹی سے جھڑپ کے علاوہ تمام کارروائی پرامن انداز سے مکمل ہوگئی اور نبی اکرمؐ فاتح بن کر مکہ میں داخل ہوگئے۔ داخل ہونے کے بعد سب سے پہلے آپؐ نے کعبہ میں موجود تمام بت توڑ ڈالے اور شرک و بت پرستی کے خاتمے کا اعلان کیا۔ اس کے بعد آپ نے خطبہ فتح مکہ دیا۔

حدیث غدیر اور حدیث ثقلین سے پہلے پالان کا منبر بنانا

حضورؐ نے اپنی زندگی کا آخری حج سن 10ھ میں کیا۔ اسے حجۃ الوداع کہتے ہیں۔ آپؐ 25ذی القعدہ 10ھ (فروری 632ء) کو مدینہ سے روانہ ہوئے۔ آپؐ کی ازواج آپؐ کے ساتھ تھیں۔ مدینہ سے 9 کلومیٹر دور ذوالحلیفہ کے مقام پر آپؐ نے احرام پہنا۔ دس دن بعد آپؐ مکہ پہنچ گئے۔ حج میں مسلمانوں کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار سے زیادہ تھی۔

پیغمبرؐ کی عمر مبارک کے چند آخری مہینے ابر رحمت کی طرح لوگوں کے سروں سے آہستہ آہستہ سفر کررہے تھے۔ اس روز پیغمبرؐ خانہ خدا کی ضیافت کا شرف حاصل کرنے والے دیگر کئی ہزار لوگوں کے ہمراہ اپنے علاقے کی طرف لوٹ رہے تھے کہ اچانک سرزمین جحفہ کے قریب میقات کے آخری دہانے پر جبرئیلؑ کے پروں کی مسحور کن آواز نے انہیں خداوند تعالیٰ کے تازہ نازل ہونے والے پیغام کی بشارت دی اور امانت میں مشہور اس عرشی پیغام آور نے نازل ہوکر پیغمبرؐ کو توحید کے بعد پہلی بار رسالت کا پیغام لوگوں تک پہنچانے سے متعلق خدا کے حکم سے آگاہ کیا: رسالت کا وہ پیغام جس کی اہمیت تقریباً تیئس سال کی مسلسل جدوجہد کے برابر تھی۔ حضرت جبرئیلؑ نے رسول اللہؐ

کو پیغام رسالت کا ابلاغ کر کے وہاں موجود تمام لوگوں اور آئندہ آنے والی تمام نسلوں پر اپنی حجت تمام کرنے کو کہا۔ اس لئے حضورؐ نے فوراً اس جمعہ مبارک کے دن جحفہ کے سہ راہے پر حج بیت اللہ سے لوٹنے والے تمام حجاج کو جمع ہونے کا حکم صادر فرمایا۔ حضرت بلالؓ کی اذان نے صحرا کے کانوں میں رس گھولنا شروع کیا جس میں مسلمانوں کو نماز کے لئے جمع ہونے کی گونج صاف طور پر سنائی دیتی تھی۔ پھر پیغمبر خداؐ نے وحی کی صورت میں نازل ہونے والے خدا کے پیغام سے لوگوں کو آشنا کرنے کے لئے غنچہ لب وا کئے تو درج ذیل آیت خوشبو کی طرح مشام جاں کو مہکانے لگی:

يَا أَيُّهَا الرَّسُولُ بَلِّغْ مَا أُنزِلَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ وَإِن لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهُ وَاللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ (المائدہ:67)

"ترجمہ: اے پیغمبرؐ! آپؐ اس حکم کو پہنچا دیں جو آپؐ کے پروردگار کی طرف سے نازل کیا گیا ہے اور اگر آپؐ نے یہ نہ کیا تو گویا اس کے پیغام کو نہیں پہنچایا اور خدا آپؐ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا کہ اللہ کافروں کی ہدایت نہیں کرتا ہے۔"

لوگوں کے جمع ہونے کے بعد، اونٹوں کے پالان سے حضورؐ کے لئے منبر بنا اور حضورؐ نے ظہر کی نماز ادا فرمائی۔ اس کے بعد آپؐ ان کے سامنے مخصوص انداز سے کھڑے ہو گئے کیونکہ آپؐ ان کے درمیان وحی کا ابلاغ اور انہیں اپنے آخری حج ادا کرنے کے بارے میں بتانا چاہتے تھے اور یہ بتانا چاہتے تھے کہ آج کے بعد رسالت کے خلاء کو امامت پر کرے گی۔ پیغمبرؐ کی جگہ ان کا وصی رہنمائی کا عہدہ اپنے کاندھوں پر سنبھالے گا۔ کیونکہ زمین خدا کی حجت سے کبھی خالی رہنے والی نہیں ہے۔ تم لوگ میرے وصی کی رہنمائی میں ابدی سعادت تک پہنچ جاؤ گے۔ وہ تمہارے درمیان ایک دینی، سیاسی، معاشرتی اور الٰہی علمبردار بن کر سامنے آئے گا اور نجات کے ساحلوں تک تمہاری رہنمائی کرے گا۔

پیغمبر اسلامؐ نے حساس حالات کو دیکھتے ہوئے اور اس خوف سے کہ کہیں چند لوگ ان کے خلاف علم بغاوت نہ بلند کر دیں، مدتوں حضرت علیؑ ابن ابی طالبؑ کے وصی ہونے کے راز کو راز ہی رہنے دیا، اور اس امر کے ابلاغ کو کسی اور وقت پر اٹھائے رکھا۔ لیکن اس بار وہ پکا ارادہ کر چکے تھے کہ یہ عظیم پیغام لوگوں تک پہنچا کر رہیں گے۔ اس لئے انہوں نے لوگوں کے سکوت کو توڑتے ہوئے اپنی باتوں کا آغاز اس طرح فرمایا:

ایھا الناس انی قد نبانی اللطیف الخبیر

ترجمہ: اے لوگو! نعمتوں کی ارزانی کرنے والے اور خلقت کے تمام رازوں سے آگاہ (خداوند تعالیٰ) نے مجھے خبر دی ہے کہ ہر پیغمبر نے اپنے سے پہلے والے پیغمبر کی آدھی زندگی جی ہے اور گمان ہوتا ہے کہ مجھے بھی جلد ہی اس کی دعوت پر لبیک کہہ کر کبھی نہ فنا ہونے والے عالم کی طرف کوچ کرنا ہے۔ میں اور تم ذمہ دار ہیں اس کام کے جو ہم پر لازمی قرار دے دیا گیا ہے؛ کیا میں نے اپنی رسالت تم لوگوں تک پہنچائی ہے؟!

سب نے جواب دیا: ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپؐ نے اپنی رسالت کا ابلاغ فرمایا، ہمیں نصیحت کرنے میں کوتاہی نہیں کی اور خدا کی راہ میں جہاد کیا؛ خدا آپؐ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس کے بعد سب نے اپنی باتوں کی تصدیق کے لئے خداوند تعالیٰ کو

اپنا شاہد قرار دیا۔

پیغمبر خداؐ فرمانے لگے: کیا تم لوگوں نے اس بات کی شہادت نہیں دی کہ عبادت کے لائق صرف خداوند تعالیٰ کی ذات ہے اور اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمدؐ اس کا بندہ اور رسولؐ ہے اور یہ کہ جنت، جہنم اور موت کے بعد زندہ ہونا برحق ہے؟

سب بیک آواز کہنے لگے: آپؐ نے جو باتیں بتائیں ہم ان تمام کا اقرار اور تصدیق کرتے ہیں۔ پھر فرمایا: اے خدا! تو خود ان کی تصدیق کا شاہد ہے۔

پھر فرمایا: انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی ما ان تمسکتم بھما لن تضلوا بعدی کتاب اللہ فیہ الھدی والنور حبل ممدود من السماء الی الارض وعترتی اھل بیتی وان اللطیف الخبیر قد اخبرنی انھما لن یفترقا حتی یردا علی الحوض وانظروا کیف تخلفونی فیھما

''کہ میں آپ کے درمیان دو قیمتی چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کتاب خدا اور عترت۔

پھر اپنی باتیں جاری رکھتے ہوئے یوں گویا ہوئے: خدا میرا مولا ہے اور میں دیگر تمام مومنوں کا مولا اور رتبے میں ان سے بڑھ کر ہوں۔ پس جس کا میں مولا ہوں، اس کا علیؑ مولا ہے۔ اے خدا! جو اس کا چاہنے والا ہے، اسے دوست رکھ اور جو اس کا دشمن ہے، اسے اپنا دشمن سمجھ۔

رسالت کا پیغام (عملی حدیث) پہچانے سے پہلے غار حرا کا انتخاب

آپؐ اپنا کثیر وقت مکہ سے باہر واقع ایک غار میں جا کر عبادت میں صرف کرتے تھے اس غار کو غار حرا کہا جاتا ہے۔ یہاں پر 610ء میں ایک روز حضرت جبرئیلؑ ظاہر ہوئے اور محمدؐ کو اللہ کا پیغام دیا۔ جبرائیلؑ نے اللہ کی جانب سے جو پہلا پیغام انسان کو پہنچایا وہ یہ ہے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ

''پڑھو (اے نبی) اپنے رب کا نام لے کر جس نے پیدا کیا۔ پیدا کیا انسان کو (نطفۂ مخلوط کے) جمے ہوئے خون سے) پیدا کا ہے۔'' (سورۃ العَلَق)

ابتدائی آیات بعد میں قرآن کا حصہ بنیں۔ اس واقعہ کے بعد سے حضرت محمدؐ نے رسول کی حیثیت سے تبلیغ اسلام کی ابتداء کی اور لوگوں کو خدا کی وحدنیت کی دعوت دینا شروع کی۔ آپؐ نے لوگوں کو روز قیامت کی فکر کرنے کی تعلیم دی کہ جب تمام مخلوق اپنے اعمال کا حساب دینے کے لیئے خالق کے سامنے ہوگی۔ اپنی مختصر مدتِ تبلیغ کے دوران ہی آپؐ نے پورے جزیرہ نما عرب میں اسلام کو ایک مضبوط دین بنا دیا، اسلامی ریاست قائم کی اور عرب میں اتحاد پیدا کر دیا جس کے بارے میں اس سے پہلے کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا۔ آپؐ کی محبت مسلمانوں کے ایمان کا حصہ ہے اور قرآن کے مطابق کوئی مسلمان ہو ہی نہیں سکتا جب تک وہ آپؐ کو اپنی جان و مال اور پسندیدہ چیزوں پر فوقیت نہ دے۔ قیامت تک کے لوگ آپؐ کی امت میں شامل ہیں۔

ہمارے لیے قابل تقلید کردار یا سنت

ہم سب جو حضرت محمد مصطفیٰؐ کا کلمہ پڑھتے ہیں آپؐ کی سیرت کے مطابق بات کرنا بھی سیکھ لیں کہ آپؐ کی شخصیت بہت بڑی تھی اس کے باوجود آپؐ بات کرنے سے پہلے ماحول پیدا

بقیہ صفحہ نمبر 15 پر

وہابی فرقہ کہاں سے اور کیسے وجود میں آیا؟

سب سے پہلے وہابی فرقہ کو بنانے والا اور اس کو نشر کرنے کیلئے انتھک کوشش کرنے والا شخص محمد بن عبدالوہاب ہے جو بارہویں صدی ہجری کے نجدی علماء میں سے تھا۔ (اس کی سوانح حیات اسی کتاب کے تیسرے باب میں بیان ہوگی)۔

لیکن یہ معلوم ہونا چاہئے کہ وہابیت کے عقائد کو وجود بخشنے والا یہ پہلا شخص نہیں ہے بلکہ صدیوں پہلے یہ عقیدے مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتے رہے ہیں، لیکن یہ ایک نئے فرقہ کی صورت میں نہیں تھے اور نہ ہی ان کے زیادہ طرفدار تھے (وہابی حضرات اپنے فرقہ کو نیا فرقہ نہیں کہتے بلکہ کہتے ہیں یہ فرقہ ''سلف صالح'' کا فرقہ ہے اور اسی وجہ سے اپنے کو سلفیہ کہتے ہیں)۔

ان میں سے: چوتھی صدی میں حنبلی فرقہ کے مشہور و معروف عالم دین ''ابو محمد بربہاری'' نے قبور کی زیارت سے منع کیا، لیکن خلیفہ عباسی نے اس مسئلہ کی بھرپور مخالفت کی۔

حنبلی علماء میں سے ''عبداللہ بن محمد عکبری''، مشہور بہ ابن بطہ (متوفی 387ھ) نے پیغمبر اکرمؐ کی زیارت اور شفاعت کا انکار کیا۔ اس کا اعتقاد تھا کہ حضرت رسول اکرمؐ کی قبر منور کی زیارت کیلئے سفر کرنا گناہ ہے، اسی بنا پر اس سفر میں نماز تمام پڑھنا چاہئے اور قصر پڑھنا جائز نہیں ہے۔

اسی طرح اس کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ اگر کوئی شخص انبیاء اور صالحین کی قبور کی زیارت کے سفر کو عبادت مانے، تو اس کا عقیدہ اجماع اور سنت پیغمبر اکرمؐ کے خلاف ہے۔

ساتویں اور آٹھویں صدی کے حنبلی علماء کا سب سے بڑا عالم ''ابن تیمیہ'' ہے اور محمد بن عبدالوہاب نے اکثر اور اہم عقائد اسی سے اخذ کئے ہیں۔

ابن تیمیہ کے دوسرے شاگرد، جن میں سے مشہور و معروف ابن قیم جوزی ہے اس نے اپنے استاد کے نظریات و عقائد کو پھیلانے کی بہت زیادہ کوششیں کی ہیں۔

شیخ محمد بن عبدالوہاب کو سب سے اہم کارنامہ یہ تھا کہ اپنے عقائد کو ظاہر کرنے کے بعد اس پر ثابت قدم رہا اور بہت سے نجدی حکمرانوں کو اپنے ساتھ ملا لیا اور ایک ایسا نیا فرقہ بنالیا جس کے عقائد اہلسنت کے چاروں فرقوں سے مختلف تھے، اس میں شیعہ مذہب سے بہت زیادہ اختلاف تھا جب کہ وہ حنبلی مذہب سے دیگر مذاہب کے مقابلہ میں نزدیک تھا۔

ان کو وہابی کیوں کہا گیا؟

وہابی لفظ فرقہ وہابیت کے بانی کے باپ یعنی عبدالوہاب سے لیا گیا ہے لیکن خود وہابی حضرات اس کو صحیح نہیں مانتے۔

سید محمد شکری آلوسی (وہابیت کی طرفداری میں) کہتا ہے: وہابیوں کے دشمن ان کو وہابی کہتے ہیں جبکہ یہ نسبت صحیح نہیں ہے

تاریخِ وہابیت

قسط نمبر1

مصنف علی اصغر فقیہی

بلکہ اس فرقہ کی نسبت اس کے رہبر محمد کی طرف ہونا چاہئے، کیونکہ اسی نے ان عقائد کی دعوت دی ہے، اس کے علاوہ شیخ عبد الوہاب اپنے بیٹے (محمد ابن عبد الوہاب) کے نظریات کا سخت مخالف تھا۔

صالح بن دخیل نجدی (المقتطف نامی مجلّہ مطبع مصر میں ایک خط کے ضمن میں) اس طرح لکھتا ہے:

''اس کے بعض معاصرین وہابیت کی نسبت صاحب دعوت (یعنی محمد بن عبد الوہاب) کے باپ کی طرف حسد و کینہ کی وجہ سے دیتے تھے تاکہ وہابیوں کو بدعت اور گمراہی کے نام سے پہچنوائیں اور خود شیخ کی طرف نسبت نہ دی (اور محمدیہ نہیں کہا) اس وجہ سے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس مذہب کے ماننے والے پیغمبر اکرمؐ کے نام کے ساتھ کسی طرح کی شرکت نہ سمجھ بیٹھیں۔''

مشہور و معروف مصری مؤلف احمد امین، اس سلسلہ میں یوں رقمطراز ہے:

''محمد بن عبد الوہاب اور اس کے مرید اپنے کو موحّد کہلاتے تھے، لیکن ان کے دشمنوں نے ان کو وہابی کا نام دیا ہے، اور اس کے بعد یہ نام زبان زد خاص و عام ہو گیا۔''

قبل اس کے کہ محمد بن عبد الوہاب کے اعتقادات کے بارے میں تفصیلی بحث کی جائے مناسب ہے بلکہ ضروری ہے کہ پہلے سلفیہ کے بارے میں کچھ مطالب ذکر کئے جائیں جو وہابیت کی اصل اور بنیاد مانے جاتے ہیں اس کے بعد بربہاری اور ابن تیمیہ کے مختصر اعتقادات اور نظریات جو وہابیوں کی اصل اور بنیاد ہیں؛ ذکر کئے جائیں۔

سلفیہ کسے کہتے ہیں؟

سلفیہ حنبلی مذہب کے پیروکاروں کا ایک گروہ تھا جو چوتھی صدی ہجری میں وجود میں آیا، یہ لوگ اپنے اعتقادات کو احمد حنبل کی طرف نسبت دیتے تھے، لیکن بعض حنبلی علماء نے اس نسبت کے سلسلے میں اعتراضات کئے ہیں۔

اس زمانہ میں سلفیوں اور فرقہ اشاعرہ کے درمیان کافی جھگڑے اور بحثیں ہوتی رہتی تھیں، اور دونوں فرقے کہتے تھے کہ ہم مذہب سلف صالح کی طرف دعوت دیتے ہیں۔

سلفیہ، فرقہ معتزلہ کے طریقہ کی مخالفت کرتا تھا، کیونکہ معتزلہ اپنے اسلامی عقائد کو یونانی منطق سے متاثر فلاسفہ کی روش بیان کرتے تھے، اور سلفیہ یہ چاہتے تھے کہ اسلامی عقائد اسی طریقہ سے بیان ہوں جو اصحاب اور تابعین کے زمانہ میں تھا، یعنی جو مسئلہ بھی اسلامی اعتقاد کے متعلق ہو اس کو قرآن وحدیث کے ذریعہ حل کیا جائے اور علماء کو قرآن مجید کی دلیلوں کے علاوہ دوسری دلیلوں میں غور و فکر سے منع کیا جائے۔

سلفیہ چونکہ اسلام میں عقلی اور منطقی طریقوں کو جدید مسائل میں شمار کرتے تھے جو صحابہ اور تابعین کے زمانہ میں نہیں تھے لہٰذا ان پر اعتقاد نہیں رکھتے تھے، اور صرف قرآن وحدیث کی نصوص اور ان نصوص سے سمجھی جانے والی دلیلوں کو قبول کرتے تھے، ان کا ماننا یہ تھا کہ ہمیں اسلامی اعتقادات اور دینی احکام میں چاہے وہ اجمالی ہوں یا تفصیلی، چاہے وہ بعنوان اعتقادات ہوں یا بعنوان استدلال قرآن کریم اور اس سنت نبویؐ جو قرآنی ہو اور وہ سیرت جو قرآن وسنت کی روشنی میں ہو؛ کے علاوہ کوئی دوسرا طریقہ اختیار نہیں کرنا چاہئے۔

سلفیہ دوسرے فرقوں کی طرح توحید کو اسلام کی پہلی اصل مانتے تھے، لیکن بعض امور کو توحید کے منافی جانتے تھے جن کو دوسرے اسلامی فرقے قبول کرتے تھے، مثلاً کسی مخلوق

کے ذریعہ خدا کی بارگاہ میں توسل کرنا یا اس کو وسیلہ قرار دینا، حضرت پیغمبر اکرمؐ کے روضہ مبارک کی طرف منہ کر کے زیارت کرنا، اور روضہ اقدس کے قراب وجوار میں شعائر (دینی امور) کو انجام دینا، یا کسی نبی اللہ یا اولیاء اللہ کی قبر پر خدا کو پکارنا؛ وغیرہ جیسے امور کو توحید کے مخالف سمجھتے تھے، اور یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ یہ امور (مذکورہ امور کو توحید کے مخالف سمجھنا) سلف صالح کا مذہب ہے اور اس کے علاوہ تمام چیزیں بدعت ہیں جو توحید کے مخالف اور منافی ہیں۔

صفات ثبوتیہ اور سلبیہ

سلفیوں کا کہنا یہ ہے: خداوند عالم کے صفات ثبوتیہ اور صفات سلبیہ کے بارے میں علماء کے درمیان صرف فکر ونظر میں اختلاف ہے، حقیقت واصل میں نہیں، اور یہ اختلاف اس بات کا سبب نہیں ہوتا کہ دوسرے تمام فرقے ایک دوسرے کو کافر کہیں۔ خود سلفیہ (برخلاف اختلاف) اپنے کسی مخالف فرقہ کو کافر نہیں کہتے تھے۔

وہ خداوند عالم کے صفات وذات کے سلسلہ میں جو کچھ قرآن مجید میں وارد ہوا ہے اس پر عقیدہ رکھتے ہیں چنانچہ خداوند عالم کی محبت، غضب، غصہ، خوشنودی، ندا اور کلام کے معتقد ہیں، ساتھ ہی وہ خداوند عالم کا لوگوں کے درمیان بادلوں کے سایہ میں نازل ہونے، اس کے عرش پر مستقر ہونے کا بھی اعتقاد رکھتے ہیں، اور بغیر کسی تاویل وتفسیر کے خداوند عالم کیلئے چہرے اور ہاتھوں کے قائل ہیں، یعنی آیات صرف کے ظاہری معنی کو اخذ کرتے ہیں، لیکن خداوند عالم کی ذات گرامی کو مخلوقات کی طرح ہاتھ پیر اور چہرہ رکھنے سے پاک ومنزہ مانتے ہیں۔

بربہاری کا واقعہ

ابومحمد حسن بن علی بن خلف بربہاری جو بغدادی حنبلیوں کا رئیس تھا؛ اور کچھ خاص نظریات رکھتا تھا، اگر کوئی شخص اس کے عقائد اور نظریات کی مخالفت کرتا تھا تو اس کی شدت سے مخالفت کرتا تھا، اور اپنے ساتھیوں کو بھی اس کے ساتھ سختی کرنے کا حکم دیتا تھا۔ اس کے ساتھی لوگوں کے گھروں کو ویران کر دیتے تھے۔ لوگوں کو خرید وفروخت سے بھی روکتے تھے، اور اگر کوئی اس کی باتوں کو نہیں مانتا تھا تو اس کو بہت زیادہ ڈارتے تھے۔

بربہاری کے کاموں میں سے ایک کام یہ بھی تھا کہ حضرت امام حسینؑ پر نوحہ وگریہ وزاری، اور کربلا میں آپ کی زیارت سے منع کرتا تھا اور نوحہ ومرثیہ پڑھنے والوں کے قتل کا حکم دیتا تھا۔

چنانچہ "خلب" نام کا ایک شخص نوحہ اور مرثیہ پڑھنے میں بہت ماہر تھا، جس کا ایک قصیدہ تھا جس کا پہلا مصرعہ یہ ہے:

"اَیُّهَا الْعَیْنَانِ فَیْضَا وَ اسْتَهِلَّا لَا تَغِیْضَا"

جو امام حسینؑ کی شان میں پڑھا کرتا تھا، ہم نے اس کو کسی ایک بڑے گھرانے میں سنا ہے، اس زمانہ میں حنبلیوں کے ڈر سے کسی کو حضرت امام حسینؑ پر نوحہ ومرثیہ پڑھنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی، اور مخفی طور پر یا بادشاہِ وقت کی پناہ میں امام حسینؑ کی عزاداری برپا ہوتی تھی۔

جاری ہے۔۔۔۔۔۔ بقیہ آئندہ

اخبار غم

قوم شیعہ کا ناقابل تلافی نقصان

(1) آہ مولانا سید محمد حسین زیدی برستی
(2) آہ مولانا سید محمد ثقلین کاظمی
(3) آہ مولانا حق نواز صاحب
(4) آہ مولانا سید حسین عارف نقوی

گذشتہ سال قوم کا مخلص کارکن جو علماء کا مسکن تھا یعنی سید محمد ثقلین کاظمی اللہ کو پیارے ہو گئے۔۔اور اس سال یکے بعد دیگرے دو علماء کرام قوم کو سوگوار چھوڑ کر راہی ملک ہو گئے۔ پہلے حضرت مولانا حق نواز حیدری آف جھنگ جو چٹان کی طرح مضبوط عقیدہ وعمل کے حامل تھے۔اور اس سال کے آخر میں وہ ہستی عالم ناپائیدار سے رحلت فرما گئی جس کا علمی وتحقیقی میدان میں کوئی بدل نہیں ہے۔یعنی برصغیر کے محقق بے بدل حضرت مولانا سید حسین عارف نقوی صاحب مرحوم اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ان کے حالات حیات پر محقق ملک آفتاب حسین جوادی مضمون لکھیں گے جسے شاملِ اشاعت کیا جائے گا۔انشاءاللہ۔

بہرحال ان حضرات کی موت سے علمی حلقوں میں وہ خلا واقع ہوئی ہے جس کی مستقبل قریب میں پُر ہونے کی کوئی امید نہیں ہے۔کیونکہ قحط الرجال کا دور ہے

؎ مجبوریوں پہ اشک بہانا کبھی کبھی

بزرگ علماء اعلام کی رحلت کے بعد یہ حضرات میرے دستِ وبازو تھے۔ذھب الذین احبھم. وبقیت السیف وحدہٗ

(5) آہ شہید اقبال حسین کے بڑے بھائی ملک فیض الحسن سانگھی آف ناڑی جنوبی تحصیل تونسہ شریف ضلع ڈی آئی خان بقضائے الٰہی انتقال کر گئے ہیں۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

(6) آہ مولانا شمیم السبطین آف ماڑی شہر ضلع میانوالی رضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں مرحوم بڑی خوبیوں کے مالک تھے نہایت خوددار اور مخلص انسان تھے اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے اور پسماندگان و لواحقین کو صبر جمیل اور اجرِ جزیل عطا فرمائے۔

(7) جامعہ ہذا کے طالب علم راشد عباس ترابی کے نانا جان رضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں اللہ تعالیٰ مرحوم کے گناہانِ صغیرہ وکبیرہ معاف فرمائے اور ان کے لواحقین کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

دعا ہے کہ خالقِ کائنات ان تمام حضرات کی مغفرت فرمائے، انکی خدمات کو شرفِ قبول سے نوازے اور ان کا حشر ونشر حضرات معصومینؑ کے جوارِ پُر انوار میں فرمائے اور ان کے پسماندگان کو بلکہ پوری ملت جعفریہ پاکستان کو صبرِ جمیل اور اجرِ جزیل عطا فرمائے اور قوم کو ان کا نعم البدل عطا فرمائے

(8) قبلہ سرکار علامہ غلام حسن نجفی بیمار ہیں مومنین سے ان کی صحت یابی کی دعا کی استدعا کی جاتی ہے۔

(9) سید ذوالفقار علی شاہ آف پہاڑ پور کے والد سید عطاء محمد شاہ وفات پا گئے ہیں اللہ مرحوم کو جوارِ معصومینؑ میں جگہ عطا فرمائے۔

(10) حاجی محمد آف کا ٹھگڑھ سادات تحصیل پہاڑ پور وفات پا گئے ہیں اللہ مرحوم کو جوارِ معصومینؑ میں جگہ عطا فرمائے۔

(وما ذلک علی اللہ بعزیز)۔

(آمین یارب العالمین بجاہ النبیؐ وآلہ الطاہرینؑ)

(شریک غم ادارہ)

اہلِ ایمان کیلئے عظیم خوش خبری

ہم انتہائی مسرت کے ساتھ اعلان کرتے ہیں کہ حضرت آیت اللہ علامہ شیخ محمد حسین نجفی مدظلہ العالی کی شہرہ آفاق تصانیف بہترین طباعت کے ساتھ منصہ شہود پر آچکی ہیں۔

1 فیضان الرحمن فی تفسیر القرآن کی مکمل دس جلدیں موجودہ دور کے تقاضوں کے مطابق ایک ایسی جامع تفسیر ہے
جسے بڑے مباہات کے ساتھ برادران اسلامی کی تفاسیر کے مقابلے میں پیش کیا جاسکتا ہے۔ مکمل سیٹ کا ہدیہ صرف دو ہزار روپے (2000 Rs.)

2 زاد العباد لیوم المعاد اعمال وعبادات اور چہاردہ معصومینؑ کے زیارات، سر سے لے کر پاؤں تک جملہ بدنی بیماریوں کے روحانی علاج پر مشتمل مستند کتاب منصہ شہود پر آگئی ہے۔

3 اعتقادات امامیہ ترجمہ رسالہ لیلیہ سرکار علامہ مجلسی جو کہ دو بابوں پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں نہایت اختصار وایجاز کے ساتھ تمام اسلامی عقائد واصول کا تذکرہ ہے اور دوسرے باب میں مہد سے لے کر لحد تک زندگی کے کام انفرادی اور اجتماعی اعمال وعبادات کا تذکرہ ہے۔ تیسری بار بڑی جاذب نظر اشاعت کے ساتھ مزین ہو کر منظر عام پر آگئی ہے۔ ہدیہ صرف تیس روپے (30 Rs)

4 اثبات امامت آئمہ اثنا عشر کی امامت وخلافت کے اثبات پر عقلی ونقلی نصوص پر مشتمل بے مثال کتاب کا پانچواں ایڈیشن

5 اصول الشریعة کا نیا پانچواں ایڈیشن اشاعت کے ساتھ مارکیٹ میں آگیا ہے۔ ہدیہ ڈیڑھ سو روپے (Rs150)

6 تحقیقات الفریقین اور

7 اصلاح الرسوم کے نئے ایڈیشن قوم کے سامنے آگئے ہیں۔

8 قرآن مجید مترجم اردو مع خلاصه التفسیر منصہ شہود پر آگیا ہے۔ جس کا ترجمہ اور تفسیر فیضان الرحمٰن کا روح رواں اور حاشیہ تفسیر کی دس جلدوں کا جامع خلاصہ ہے جو قرآن فہمی کیلئے بے حد مفید ہے اور بہت سی تفسیروں سے بے نیاز کر دینے والا ہے۔

9 وسائل شیعہ کا ترجمہ سولہویں جلد بہت جلد بڑی آب وتاب کے ساتھ قوم کے مشتاق ہاتھوں میں پہنچنے والا ہے۔

10 اسلامی نماز کا نیا ایڈیشن بڑی شان وشکوہ کے ساتھ منظر عام پر آگیا ہے۔

منجانب :: منیجر مکتبة السبطین

296/9 بی سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا

اُسوہ کالج اسلام آباد

فیڈرل بورڈ میں شاندار نتائج کا حامل کیڈٹ کالج کی طرز کا ایک مکمل اقامتی ادارہ

داخلہ برائے ساتویں جماعت

اہلیت

☆ چھٹی جماعت پاس (ساتویں جماعت کیلئے) اور ساتویں جماعت پاس (آٹھویں جماعت کیلئے) یا ادارے کے سربراہ کی طرف سے ہوپ سرٹیفکیٹ ☆ عمر یکم اپریل 2013 کو 11 سے 13 سال تک (ساتویں جماعت کیلئے) اور 12 سے 14 سال تک (آٹھویں جماعت کیلئے) ☆ طبی لحاظ سے صحت مند

☆ تحریری امتحان، ریاضی، انگلش، سائنس اور اردو بتاریخ **23 مارچ 2013** صبح 9:00 بجے بمقام اسوہ کالج اسلام آباد، سکردو، گلگت اور پارہ چنار میں منعقد ہوگا۔ امیدواران کی مناسب تعداد ہونے پر لاہور اور ملتان میں بھی امتحانی مرکز بنایا جاسکتا ہے۔ ☆ داخلہ ٹیسٹ میں کامیابی کے لئے مجموعی طور پر 60% نمبر لینا ضروری ہے۔ ☆ ٹیسٹ میں کامیابی کے بعد انٹرویو اور طبی معائنہ ہوگا۔ ☆ کالج پراسپکٹس، داخلہ فارم اور نمونہ کے امتحانی پرچہ جات اسوہ کالج اسلام آباد، متعلقہ امتحانی سینٹر، اسوہ ڈائریکٹوریٹ نزد جامعہ اہلبیت اسلام آباد، الصادق لائبریری اسلام آباد اور الفلاح ویلفیئر ٹرسٹ قومی مرکز 15 شاہ جمال لاہور سے مبلغ -/100 روپے کے عوض 15 جنوری 2013 سے یا کالج ویب سائٹ سے ڈاون لوڈ کیے جاسکتے ہیں۔ ☆ داخلہ فارم بمعہ انٹری ٹیسٹ فیس مبلغ -/800 روپے (ناقابل واپسی) کے جمع کرانے کی آخری تاریخ 15 مارچ 2013 ہے۔

نوٹ: آٹھویں جماعت کی محدود نشستوں کے لیے بھی فارم وصول کیے جائیں گے

ہونہار طلباء کو وظائف بھی دیے جاتے ہیں۔

F.Sc. کے بعد کالج سے پاس آؤٹ ہونے والے چار بیچز کے 220 طلباء کی ملک کے نمایاں پیشہ وارانہ اداروں میں اب تک کی داخلہ کی تفصیل

شعبہ	انجینئرنگ	میڈیکل	چارٹرڈ اکاؤنٹنسی	مسلح افواج میں کمیشن	بائیوٹیکنالوجی/فارمیسی	ڈی۔وی۔ایم	بی۔ایس (آنرز)	بی۔اے/بی۔ایس۔سی	میزان
تعداد	91	17	04	06	13	05	02	15	153

FBISE Results Summary	Year	Class	Appeared	A-1	A	B	C	Absent	GPA	Coll. Pos.
	2012	10th	49	45	04	---	---	---	5.92	5th / 798
		12th	65	15	28	20	02	---	4.86	7th / 368

سیف علی ایجوکیشنل کمپلیکس، جاپان روڈ، سہالہ، اسلام آباد

فون نمبرز 051-4486267, 051-4485611 Fax- 051-4486268 | ای میل uswacollege@gmail.com

0333-5278314, 0312-9955725, 0300-5205900 | ویب سائٹ: www.uswacollege.edu.pk